

حقیقی صلہ رحمی کیا ہے؟

سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((لَيْسَ الْوَاصِلُ بِالْمُكَافِيءِ وَلَكِنَّ الْوَاصِلُ الَّذِي إِذَا قُطِعَتْ رَحْمَتُهُ وَصَلَهَا .)) (صحيح البخارى، الأدب، باب ليس الواصل بالمكافىء، حديث : ٥٩٩١)

”بدلے میں صلہ رحمی کرنے والا، حقیقت میں صلہ رحمی کرنے والا نہیں ہے۔ اصل صلہ رحمی کرنے والا وہ ہے، جب قطع رحمی کی جائے تو وہ صلہ رحمی کرے۔“

کسب حلال قرآن مجید کی روشنی میں

اسلام ایک سچا مذہب ہے جو اپنے پیروکاروں کو تن آسان اور گداگر نہیں بنانا چاہتا بلکہ یہ حرکت و عمل کا دین ہے۔ قرآن و حدیث میں کسب حلال کو جتنی اہمیت دی گئی ہے شاید کسی اور مذہب میں نہیں دی گئی ہوگی۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اسلام کے معاشی نظام میں صرف جائز اور حلال رزق کے فروغ کی کوشش کی گئی ہیں اور حرام ذرائع کا کلی طور پر انسداد کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ كُلُوا مِمَّا فِي الْأَرْضِ حَلَالًا طَيِّبًا﴾ (البقرة: ۱۶۸)

”لوگو! زمین میں جو حلال اور پاکیزہ چیزیں ہیں انہیں کھاؤ۔“

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں میں سے خواہ وہ مؤمن یا کافر، سب کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا اے لوگو! زمین کے اندر جو چیزیں حلال اور پاکیزہ ہیں انہیں کھاؤ یعنی ایسی چیزیں جو پاک بھی ہوں اور جسم انسانی کے لیے فائدہ مند بھی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ایک اور مقام پر ارشاد فرماتا ہے:

﴿وَكُلُوا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللَّهُ حَلَالًا طَيِّبًا ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي أَنْتُمْ بِهِ مُؤْمِنُونَ﴾ (المائدہ: ۸۸)

”اور اللہ تعالیٰ نے جو چیزیں تم کو دی ہیں ان میں سے حلال اور مرغوب چیزیں کھاؤ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو جس پر تم ایمان رکھتے ہو۔“

﴿فَكُلُوا مِمَّا غَنِمْتُمْ حَلَالًا طَيِّبًا ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ﴾ (الانفال: ۶۹)

”پس جو کچھ حلال اور پاکیزہ غنیمت تم نے حاصل کی ہے، خوب کھاؤ پیو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو، یقیناً اللہ تعالیٰ بخشنے والا، مہربانی کرنے والا ہے۔“

دوسری جگہ فرمایا:

﴿فَكُلُوا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللَّهُ حَلَالًا طَيِّبًا ۚ وَاشْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ إِنَّ كُنتُمْ إِيَّاهُ تَعْبُدُونَ﴾ (النحل: ۱۱۴)

”جو حلال اور پاکیزہ روزی اللہ نے تمہیں دے رکھی ہے اسے کھاؤ اور اللہ تعالیٰ کی نعمت کا شکر کرو اگر اس کی عبادت کرتے ہو۔“

اس کا مطلب یہ ہے کہ حلال اور طیب چیزیں ہی استعمال میں لاؤ، حرام مال سے دامن بچا کر رکھو۔ حرام کا استعمال اللہ کی نعمتوں سے ناشکری ہے اور ناشکری بہت بڑی معصیت ہے۔ (عبدالرحیم بلتستانی)

فہرست

	جواہر پارے	حقیقی صلہ رحمی کیا ہے؟
	کلمہ طیبہ	کسب حلال قرآن مجید کی روشنی میں
2	اداریہ	لیکن ظلم کی نہیں
4	درس قرآن	تفسیر سورۃ الفاطر..... (۱۸)
8	درس حدیث	توفیق الباری
10	افتاء	چند مسائل طلاق
13	معجزات رسول	معراج کی چند عظیم نشانیاں
18	تذکرہ علمائے اہل حدیث	مولانا عبدالحمید ہزاروی
23	علوم الحدیث	علم جرح و تعدیل..... ایک تعارف
29	تبصرہ کتب	خطبات و مقالات
	شعر و ادب	غزل
		(حافظ احمد شاکر)
		(مولانا ارشاد الحق اثری)
		(حافظ محمد اشرف سعید)
		(مولانا مفتی عبداللہ خاں عقیف)
		(حافظ صلاح الدین یوسف)
		(محمد اسحاق بھٹی)
		(مسئلے جا)
		(احمد شاکر)
		(علامہ ڈاکٹر محمد اقبال)

لیکن ظلم کی نہیں.....

گزشتہ شمارے میں عرض کیا گیا تھا کہ ہمارے یعنی وطن عزیز کے حالات کب بدلیں گے تو اس سلسلے میں عرض ہے کہ (غالباً) حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ زریں قول مشہور ہے کہ کفر کی حکومت تو چل سکتی ہے لیکن ظلم کی نہیں۔ ہمارے ہاں ظلم کو پہلے جرم جانا جاتا تھا، پھر حکمران اس کو اپنی حکومتوں کی ضرورت جاننے لگے، اب حکمران ظلم کرتے ہوئے آقا کے حکم کی تعمیل کرتے ہیں۔ سورہ نساء کی آیت کا مفہوم یہ ہے کہ مظلوم کی کھلی بددعا کو اللہ تعالیٰ بھی ناپسند نہیں کرتا۔

یوں تو وطن عزیز کے ہر حکمران نے..... الا ماشاء اللہ..... اپنے اپنے دور اقتدار میں عموماً اپنے سیاسی مخالفین اور بعض اصحاب فکر و عمل کے زبردست دشمنوں پر حسب طاقت ظلم و ستم کے پہاڑ توڑے لیکن شکست روس کے بعد جب امریکا نے اسلام اور مسلمانوں کو ہدف بنا لیا تو اس نے..... نیو ورلڈ آرڈر جاری کر کے..... اپنے ممنون احسان مسلمان حکمرانوں کو اہداف دیئے۔ ان اہداف میں سب سے پہلا ہدف وہ مسلمان تھے جو دنیا کے کونے کونے سے برادر اسلامی ملک افغانستان کو روسی ریچھ کی دستبرد سے بچانے کے لیے افغانستان آئے تھے، ان نوجوان مسلمانوں کو امریکا نے پہلے کلمہ جہاد سے سرشار کیا اور مشہور عربی کہاوت کلمہ حق ارید بھا الباطل (کہ حق بات کہہ کر باطل مقصد حاصل کرنا) کے مطابق جہاد کے نام پر اکٹھا کیا، سہولتیں دیں بلکہ V.I.P پر وٹو کول دیا بھی اور دلویا بھی۔ جب دنیا سے اس کا حریف..... روس..... ہزیمت سے دوچار ہو گیا تو اس نے اپنے انہی محسنین کو جو روس کی شکست کا اہم اور بنیادی سبب بنے تھے، نشانے پر رکھتے ہوئے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے اس قول کی تصدیق کر دی کہ اتق شر من احسنت الیہ (جس پر احسان کرو اس کے شر سے بچو) چنانچہ ان چار مجاہدین کو نشانے پر رکھ لیا اور اپنے رہن منت مسلمان حکمرانوں کو ان کے پیچھے لگا دیا (اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے نکلنے والوں کے خلاف منصوبے بنانے والا کفر ہمیشہ اس بات کو بھول جاتا ہے کہ جو لوگ اپنی جانوں اور مالوں کے بدلے اللہ تعالیٰ سے جنت کا سودا کر کے آتے ہیں وہ گھر واپس جانے کے لیے نہیں نکلتے)۔

چنانچہ حادثہ بہاولپور کے بعد چار جمہوری حکومتیں آئیں۔ ان چاروں ادوار حکومت میں اسلامی جمہوریہ پاکستان کے مسلمان حکمرانوں نے ان مجاہدین کے خلاف، جو شمالی علاقہ جات میں زندگی گزار رہے تھے، دل کھول کر کارروائیاں کیں اور ان نیتے، پردیسی اور بے گناہ، اس لیے کہ ان میں سے کسی کے خلاف کسی کی وطن دشمنی کا روئی میڈیا پر نہیں آئی، مسلمانوں کو پکڑا، پکڑ کر امریکا کے حوالے کیا مثلاً یوسف رمزی اور عبدالسلام ضعیف وغیرہ کو گرفتار کیا اور جو گرفتار نہ ہو سکے تو ان کا نام و نشان ختم کر دیا مثلاً شیخ عبداللہ عزام، شیخ جمیل الرحمن رحمہ اللہ۔ بعض کے اہل و عیال تو ان کی رہائش گاہوں، جلو زنی کمپ وغیرہ میں، بھی ظلم و ستم کا نشانہ بنایا۔ ان سب کارروائیوں نے ثابت کر دیا کہ جو جس کا کھاتا ہے وہ اسی کا گاتا ہے۔ حتیٰ کہ مرحوم ضیاء کی گود میں پینے اور پلنے والے اور ان کی عمر..... کی دعا..... حاصل کرنے والے حکمران نے بھی اپنی پہلی باری میں بنیاد پرستی ہی سے انکار کر دیا تاہم ان کی یہ نوازی ان کے اقتدار کو نہ بچا سکی تا آں کہ وہ دوسری باری میں مہذب یعنی پالش ہو کر آئے لیکن پھر بھی وہ مغربی پری چہرہ کے مطلوبہ تقاضے نہ پورے کر سکے (کہ ان میں شاید دینی تربیت اور مسجد سے تعلق کے باعث کچھ جرثومے موجود تھے) تا آنکہ امریکہ کو ایک سنگ پسند مطلوب و مقصود مل گیا جس نے دین اور اہل دین کے خلاف جی بھر کر زہر اگلا اور ایک ہی اشارے پر اس کے سامنے سرنگوں ہو گیا کہ وطن عزیز کی تاریخ اس پر ہمیشہ شرمندہ رہے گی۔

حبث باطن کا اظہار کرتے ہوئے تعمیر مساجد کے لیے اس نے سیکولر قسم کے قوانین کا اجراء کیا، اہل دین، طلبائے دینیہ اور مدارس دینیہ کو نشانہ تضحیک و تحقیر بنایا۔ پھر اس نے حقیقی جمہوریت، اعتدال پسندی، زمینی حقائق اور روشن خیالی کے جملے عام کر کے جی بھر کر دین اور اس کے نفاذ کی خواہش مندوں پر

شرمناک جرأت سے ظلم و ستم شروع کر دیا۔

اس سگ پسند و سگ بدست حکمران نے سب سے پہلے علمائے اسلام، طلبائے دین اور مدارس دینیہ کے لیے جو امریکا نے کہا اس نے (Yes) کہہ کر تسلیم کیا، امریکا نے سب سے پہلے افغانستان میں اسامہ کے نام پر راکٹ برسائے، پھر اس نے پاکستان کے شمالی علاقہ جات کے مختلف مقامات پر کہیں شادی تقریب میں، کہیں بازاروں میں اور باجوڑ میں قرآن حکیم پڑھنے والے معصوم طلباء پر اور کہیں نمازیوں سے بھری ہوئی مساجد پر وقفے وقفے سے اس قدر راکٹ برسائے کہ بے گناہوں کے کشتوں کے پستے لگ گئے، تا آنکہ اس نے ۹/۱۱ کا ایسا ڈرامہ رچایا اور اپنے مفروضہ دشمنوں کے لیے ایسا منصوبہ تشکیل دیا کہ امریکی محققین کے مطابق ان کا کھرا امریکہ سے باہر نکلتا ہی نہیں لیکن اس آڑ میں اس نے افغان مسلمانوں پر وہ ظلم ڈھائے کہ تاریخ سے تعلق رکھنے والے ان کوتا تاریوں اور ہلاکوخان کے مظالم سے بھی بڑھ کر قرار دیتے ہیں۔ اس سگ پسند حکمران نے امریکا کی بنیادی خدمت یہ انجام دی کہ اس کو افغانستان پر حملوں کے لیے اڈے دیئے اس کو ہر قسم کا فنی، جغرافیائی اور عملی یعنی رسد کا مکمل تعاون مہیا کیا اور اس سارے تعاون علی الاثم والعدوان کو زمینی حقائق، اعتدال پسندی اور حقیقی جمہوریت قرار دیتا رہا ع تقویر تو اسے چرخ گردوں تقو

اور پھر جب اس نے جامعہ حفصہ کی لائبریری میں ڈنڈا بردار باپردہ بچیوں کی تصویریں جاری کر کے ان کو دہشت گرد ثابت کرنے کا گھناؤنا پروپیگنڈہ شروع کیا، پھر معصوم بچوں اور بچیوں کا اس سگ پسند حکمران نے ایکشن لینے کا اعلان کر دیا تو انتہائی ستم کی بات یہ ہے کہ ادھر اسلام آباد میں ان نہتی، بے گناہ اور باپردہ بچیوں کے ایکشن لینے (یعنی ان پر حملہ آور ہونے) کے اعلانات ہو رہے تھے اور ادھر جناب میاں محمد نواز شریف نے لندن میں آل پارٹیز کانفرنس (اے۔ پی۔ سی) بلانے کا اعلان کر رکھا تھا تو قوم کے سارے غم خوار سیاسی و مذہبی لیڈران بے چارے بچوں اور بچیوں کو حوالہ ستم کر کے خرا ماں خرا ماں لندن روانہ ہو گئے اور بعد میں بھوک سے تڑپتی، پیاس سے ہلکتی، گرمی میں جھلتی اور دم گھٹتی ان بچیوں پر اس ظالم حکمران نے جو ظلم کیا اور جو ستم روا رکھا، وطن عزیز کی کسی بھی حکومت میں نہ اس کی مثال پہلے ہی اور نہ ہی ان شاء اللہ بعد میں کبھی ہوگی۔

آپ غور کریں کہ بھوک سے تڑپتے سینکڑوں بچوں بچیوں میں کسی ایک کی آہ بھی آسمان تک نہ گئی ہوگی؟ کیا آٹا۔ ۶۰۰ روپے من سے۔ ۱۲۰۰، ۱۳۰۰ روپے من تک اس کے بعد نہیں پہنچا؟ کیا ان پیاس سے ہلکتے بچوں کے خشک ہوتے ہوئے گلوں میں کسی دم توڑتے بچے کی کسی آہ نے عرش معلیٰ تک رسائی نہ پائی ہوگی؟ کیا ہمارے ڈیم، دریا اس کے بعد خشک رہنے شروع نہیں ہو گئے؟ کیا اس کے بعد بھارت نے پاکستان کو آبی جنگ میں نہیں دھکیلا؟ گرمی میں جھلتی اور دم گھٹتی جانوں میں سے کسی ایک کی دردناک چیخ سے صاحب عرش عظیم کو جھرجھری نہیں آئی ہوگی؟ کیا بجلی کی لوڈ شیڈنگ اس کے بعد گئی، ٹنگی نہیں ہوئی؟ ان سب خزانوں کے ذمہ دار کیا وہی یا انہیں خاندانوں میں سے نہیں جنہوں نے اس وقت ان بے گناہ بچوں پر مشق ستم کی تھی؟

یہ ظلم تو وہ تھے جو مخصوص احکامات کے تحت، مخصوص مقاصد کے لیے مخصوص افراد پر روا رکھے گئے۔ دوسرا ظلم وہ ہے جو ۱۹۹۰ء سے مہنگائی کی صورت میں کیا جا رہا ہے، جس کی بہ ظاہر وجہ یہی سمجھ میں آتی ہے کہ عوام روٹی کے لیے ترستے رہیں، دوائی کے لیے تڑپتے رہیں اور لباس کے لیے بھٹکتے رہیں اور حکمران اس میں کسی جماعت یا نظریے کی تخصیص نہیں تعمیل آقا میں مگن اپنے شاہانہ اخراجات و لوازمات سے لطف اٹھاتے رہیں۔ ہماری محدود معلومات کے مطابق کبھی کسی حاکم بلکہ حکومت نے اپنے اخراجات گھٹانا تو کیا محدود بھی نہیں کیے، عموماً ہر حکمران اپنے مخالفوں کو لٹاڑنے اور من پسندوں کو نوازنے میں ہی اپنا عرصہ اقتدار گزار دیتا ہے۔

اس لیے حکمران، جب تک اپنے سودوزیاں کا خود نہیں سوچتے، اپنے ملک کے لیے اپنے دماغ سے فیصلے نہیں کرتے اور ان کے صحیح یا غیر صحیح ہونے کا اپنے دل سے سوال نہیں کرتے، رعایا پر ظلم و ستم کا رویہ ترک نہیں کرتے، اس وقت تک پاکستانی قوم اور وطن عزیز کے حالات کیسے تبدیل ہو سکتے ہیں۔

ظلم پھر ظلم ہے بڑھتا ہے تو مٹ جاتا ہے خون پھر خون ہے گرتا ہے تو جم جاتا ہے

تفسیر سورۃ الفاطر

مولانا ارشاد الحق اثری

خوف پھیل گیا تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابو طلحہ کا گھوڑا طلب کیا جس کا نام ”المنسوب“ تھا۔ آپ تنہا اس پر سوار ہو کر نکلے۔ واپس پلٹے تو فرمایا (فکر مندی کی ضرورت نہیں) میں نے کوئی خطرہ محسوس نہیں کیا، البتہ اس گھوڑے کو میں نے ”بحر“ پایا ہے ”وجدناہ بحر“۔ (بخاری: ۲۶۲۷۔ مسلم: ۲۳۰۷)

اسی طرح کسی کے وسعت علم کی بنا پر اسے ”البحر“ کہا جاتا ہے۔ بعض ائمہ کرام کے بارے میں ”بحر لا ساحل لہ“ کا جملہ وسعت علمی کے تناظر میں ہے۔ اسی طرح اور ”تبحر فی کذا“ کے معنی ہیں کہ اس نے فلاں فن میں وسعت حاصل کر لی ہے۔ ”عذب“ کے معنی میٹھا اور خوشگوار ہے۔ ”فرا“ کے معنی ہیں نہایت شیریں پیاس بجھانے والا پانی۔ اور ”سائغ“ کا مادہ س و غ ہے جس کے معنی ہیں آسانی سے گلے سے اتر جانے والا۔ میٹھے پانی کی طرح دودھ کے بارے میں بھی فرمایا ہے:

﴿وَأَن لَّكُمْ فِي الْإِنْعَامِ لَعِبْرَةٌ ۖ نُّسْقِبُكُمْ مِّمَّا فِي بُطُونِهِ مِن بَيْنِ فَرْثٍ وَ دَمٍ لَّيِّنًا خَالِصًا سَائِغًا لِلشَّرِبِ ۖ إِنَّ

(النحل: ۶۶)

”اور بلاشبہ تمہارے لیے چوپاؤں میں یقیناً عبرت ہے، ہم ان چیزوں میں سے جو ان کے پیٹوں میں ہیں، گوہر اور خون کے درمیان سے تمہیں خالص دودھ پلاتے ہیں جو پینے والوں کے لیے حلق سے آسانی سے اتر جانے والا ہے۔“

نہ اس میں گوہر کی بو نہ ہی خون کی رنگت، خالص سفید دودھ کہ اس میں پانی کی کثرت بھی اس کی سفیدی کو زائل نہیں کرتی۔ ”سبحان

﴿وَمَا يَسْتَوِي الْبَحْرَانِ ۚ هَذَا عَذْبٌ فُرَاتٍ سَائِغٌ شَرَابُهُ وَ هَذَا مِلْحٌ أُجَاجٌ ۚ وَمِن كُلِّ تَاكُلُونَ لَحْمًا طَرِيبًا وَ تَسْتَخْرُجُونَ حُلِيَةً تَلْبَسُونَهَا ۚ وَ تَرَى الْفُلْكَ فِيهِ مَوَآخِرَ لِّتَبْتَغُوا مِنْ فَضْلِهِ ۚ وَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ۝﴾

(الفاطر: ۱۲)

”اور دو سمندر برابر نہیں ہوتے، یہ میٹھا پیاس بجھانے والا ہے، جس کا پانی آسانی سے گلے سے اترنے والا ہے۔ اور یہ نمکین ہے کڑوا، اور ہر ایک میں سے تم تازہ گوشت کھاتے ہو اور زینت کا سامان نکالتے ہو جو تم پہنتے ہو اور تو اس میں کشتیوں کو دیکھتا ہے جو پانی کو چرتی ہوئی چلنے والی ہیں، تاکہ تم اس کے فضل میں سے (حصہ) تلاش کرو اور تاکہ تم شکر کرو۔“

اس آیت کریمہ میں دلیل آفاقی سے اللہ تعالیٰ کی توحید پر استدلال ہے کہ دو سمندر ہیں ایک میٹھا اور دوسرا کڑوا اور نمکین۔ پانی ایک ہے مگر محض اللہ کے حکم سے ایک میٹھا ہے اور دوسرا کڑوا۔ جس طرح مرد و عورت کا نطفہ ہے اللہ کے حکم سے بیٹا اور بیٹی کی صورت دھار لیتا ہے۔ یہاں بھی یہ تفریق اللہ کے حکم سے ہے اس میں کسی دیوی یا دیوتا کا یا کسی فرشتے کا کوئی عمل دخل نہیں۔

البحران: ”بحر“ کا تشبیہ ہے اور ”بحر“ دراصل اس وسیع مقام کو کہتے ہیں جہاں کثرت سے پانی جمع ہو۔ اور کبھی کسی چیز پر ظاہری وسعت کے اعتبار سے بطور تشبیہ ”بحر“ کا لفظ بولا جاتا ہے۔ چنانچہ بہت زیادہ دوڑنے والے گھوڑے کو ”بحر“ کہہ دیا جاتا ہے، جیسا کہ حضرت انس بن مالک سے روایت کہ مدینہ طیبہ میں دشمن کے حملے کا

اللہ“.....

کھانا کھانے کے بعد کی دعاؤں میں ایک دعا ہے:

الحمد لله الذي اطعم وسقنى وسوغه وجعل

له مخرجا . (ابوداؤد: ۳۸۵۱ وغیرہ)

”سب تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں جس نے کھلایا اور پلایا اور خلق سے بہ سہولت اتارا اور اس کے (فضلے کے) لیے نکلنے کا راستہ بنایا۔“

جہنمیوں کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَيُسْقٰى مِنْ مَّاءٍ صٰدِيْدٍۭ يَّتَجَرَّعُهُۥ وَلَا يَكَادُ يٰسِيْعُهُۥ﴾

(ابراہیم: ۱۶، ۱۷)

”اور اسے پانی پلایا جائے گا جو پیپ ہے، وہ اسے بمشکل

گھونٹ گھونٹ پیے گا اور قریب نہ ہوگا کہ اسے خلق سے

اتارے۔“ (اعاذنا اللہ منہا)

یہاں بھی ”یسیغہ“ اسی ”سوغ“ سے مضارع واحد مذکر

غائب کا صیغہ ہے۔

ملح اجاج: ”ملح“ کے معنی نمکین اور کھار پانی کے ہیں۔ امام

رازی نے کہا ہے ”ملح“ وہ پانی ہے جو کسی آمیزش کے بغیر نمکین ہو اور

”ملح“ اس پانی کو کہتے ہیں جس میں نمک ڈال کر نمکین بنایا گیا ہو۔

لیکن ”ماء ملح“ بہت کم استعمال ہوتا ہے جیسا کہ علامہ راغب نے

مفردات میں کہا ہے۔ ”اجاج“ سخت کھاری اور گرم پانی کے ہیں۔

(مفردات)

اس آیت میں سمندروں کے میٹھے اور بہت کھاری اور نمکین پانیوں

کا ذکر ہے۔ مگر دوسرے مقام پر اسی حقیقت کو ایک اور اسلوب میں

بیان فرمایا ہے:

﴿وَهُوَ الَّذِي مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ هَذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ وَهَذَا

مِلْحٌ أُجَاجٌ وَجَعَلَ بَيْنَهُمَا بَرْزَخًا وَحِجْرًا

مُحْجُورًا﴾ (الفرقان: ۵۳)

”اور وہی ہے جس نے دو سمندروں کو ملا دیا، یہ میٹھا ہے

پیاس بجھانے والا اور یہ نمکین ہے کڑوا، اور اس نے ان

دونوں کے درمیان ایک پردہ اور مضبوط آڑ بنا دی ہے۔“

اسی کا بیان سورۃ الرحمن میں یوں ہے:

﴿يٰسَيِّدُهُمَا بُرْزَخٌۭ لَا يَبْغِيْنِ ۝ فَبَآئِۤيْۤاۤلَآءٍ رَبُّكُمَا تَكْذِبٰنِ ۝﴾

”اس نے دو سمندروں کو ملا دیا، جو اس حال میں مل رہے

ہیں کہ ان دونوں کے درمیان ایک پردہ ہے جس سے وہ

آگے نہیں جاتے۔“ (الرحمن: ۲۰، ۲۱)

میٹھے اور نمکین سمندروں میں پانی کی یہ صورت وہاں بھی رونما ہوتی

ہے جہاں کوئی بڑا دریا سمندر میں آ کر گرتا ہے، دور تک دریا کا میٹھا

پانی سمندر کے کھارے پانی سے نہیں ملتا۔ اسی طرح سمندر میں جب

مد و جزر ہوتا ہے تو اس کا کھار پانی قریب کی ندیوں میں آ جاتا ہے اور

جزر کے وقت اوپر کا کھاری پانی اتر جاتا ہے اور میٹھا جوں کا توں رہتا

ہے۔ بلکہ سمندر میں بھی بعض ایسے مقامات ہیں جہاں میٹھے پانی کے

چشمے پائے جاتے ہیں۔ ”مرآة المسالك“ کے ترکی مصنف امیر البحر

سیدی علی رئیس نے ذکر کیا ہے کہ خلیج فارس میں آب شور کے نیچے

آب شیریں کے چشمے ہیں جن سے میں اپنے بیڑے کے لیے پینے کا

پانی حاصل کرتا رہا ہوں۔ بلکہ امریکن کمپنی نے سعودیہ عربیہ میں تیل

نکلانے کا کام شروع کیا تو ابتدا میں وہ بھی خلیج فارس کے انہی چشموں

سے پانی حاصل کرتی تھی۔ (تفہیم القرآن)

بیان القرآن میں دو بنگالی علماء کی شہادت نقل ہے کہ ”ارکان“

سے ”چائگام“ تک دو دریا نظر آتے ہیں۔ ایک کا پانی سفید ہے اور

دوسرے کا سیاہ۔ سیاہ میں سمندر کی طرح تلاطم و تموج ہوتا ہے اور سفید

ساکن رہتا ہے۔ کشتی سفید میں چلتی ہے اور دونوں کے درمیان ایک

دھاری برابر چلی گئی ہے جو دونوں کے ملنے کی جگہ ہے۔ ان میں سفید

میٹھا اور سیاہ کڑوا ہے۔

مزید تفصیل کے لیے تفسیر عثمانی، تفہیم القرآن اور اضواء البیان

میں سورۃ الفرقان کی آیت ۵۳ کی تفسیر ملاحظہ فرمائیں۔

سمندروں کے علاوہ زمین کی تہہ میں بھی پانی کے جو خزانے ہیں

اس کے علاوہ سمندر کو مسخر کر دیا اس میں تمہارے جہاز اور کشتیاں سطح سمندر سے موجوں کو پھاڑتی ہوئی آگے نکل جاتی ہیں اور یوں زمین کے علاوہ ان سمندروں اور دریاؤں کو بھی تجارتی ذریعہ بنا دیا گیا ہے۔ بالکل یہی مضمون سورہ النحل میں بھی بیان ہوا ہے:

﴿وَهُوَ الَّذِي سَخَّرَ الْبَحْرَ لَنَا كُلُّوْا مِنْهُ لَحْمًا طَرِيًّا وَتَسْتَخْرِجُوْا مِنْهُ حِلْيَةً تَلْبَسُوْنَهَا ۚ وَتَرَى الْفُلْكَ مَوَاجِرَ فِيْهِ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهِ ۚ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝﴾
(النحل: ۱۴)

”اور وہی ہے جس نے سمندر کو مسخر کر دیا تاکہ تم اس سے تازہ گوشت کھاؤ اور اس سے زینت کی چیزیں نکالو، جنھیں تم پہنتے ہو۔ اور تو کشتیوں کو دیکھتا ہے کہ اس میں پانی کو چیرتی چلی جانے والی ہیں تاکہ تم اس کا کچھ فضل تلاش کرو، تاکہ تم شکر و کرو۔“

”مواخر“ یہ مَخْرَ سے جمع ہے جس کے معنی پھاڑنے اور چھیلنے کے ہیں۔ یعنی کشتیاں سطح پانی کو پھاڑتی ہوئی چلی جاتی ہیں۔ اسی سے ”مخر الماء الارض“ بولا جاتا ہے کہ پانی نے زمین کو چیر دیا ہے۔ یہ سب اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے ہو رہا ہے کہ تمہیں سمندروں سے گوشت، زیب و زینت کے لیے موتی اور مرجان، اور دوسرے دور دراز کے علاقوں میں اللہ کا فضل تلاش کرنے کے لیے سمندروں کو مسخر کر دیا ہے تاکہ تم اپنے پروردگار کا شکر بجالاؤ۔

یہاں بعض مسائل قابل غور ہیں، یہاں آبی جانوروں کے گوشت پر لحم کا اطلاق ہوا ہے۔ اب اگر کوئی یہ قسم کھائے کہ میں ”لحم“ نہیں کھاؤں گا تو کیا وہ آبی جانوروں کا گوشت کھانے سے حائث ہوگا یا نہیں۔ اس میں فقہائے کرام کے بارے میں اختلاف ہے راجح یہ ہے کہ وہ حائث نہیں ہوگا کیوں کہ عرف عام میں جب یوں ”لحم“ یعنی گوشت کی کوئی بات ہوتی ہے تو اس سے مراد گائے، اونٹ، بکری ماکلون اللحم جانوروں کا گوشت مراد لیا جاتا ہے۔ علامہ قرطبی رحمہ اللہ نے اسی کو راجح قرار دیا ہے۔ (الجامع لاحکام

ان میں بھی یہی کیفیت پائی جاتی ہے۔ بعض مقامات پر میٹھا اور اس کے قریب ہی کڑوا اور نمکین پانی ہوتا ہے۔ اور یہ بھی دونوں باہم خلط ملط نہیں ہوتے، دونوں کے مابین برزخ کی صورت یہاں بھی محسوس ہوتی ہے۔

﴿وَمِنْ كُلِّ تَاْكُلُوْنَ لَحْمًا﴾ اور ان دونوں سے یعنی میٹھے اور دریائے شور سے تمہیں تازہ گوشت کھانے کو ملتا ہے یعنی آبی جانوروں کا گوشت۔ بحری سفر میں جہاں گوشت حاصل کرنا ناممکن ہوتا ہے وہاں بھی تمہارے لیے یہ انتظام اللہ نے کر رکھا ہے۔

اس کے علاوہ تمہارے پہننے کے لیے زیب و زینت کا سامان بھی تمہیں ان سے مل جاتا ہے۔ ”حلیہ“ کے معنی زیور کے ہیں۔ مراد موتی، مونگے وغیرہ جنھیں حسب حال زیور بناتے ہو۔ انگلیوں میں انگوٹھی کے نگینے، گلے کے ہار، پاؤں کی پازیبیں، ہاتھ کے نگن اور تلوار کا قبضہ بناتے ہو۔

قرآن مجید کے ظاہری سیاق سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ کھانے کے لیے جیسے گوشت دونوں پانیوں سے حاصل ہوتا ہے۔ اسی طرح زیور کا یہ سامان بھی دونوں پانیوں سے حاصل ہوتا ہے۔ ایک اور مقام پر ہے:

﴿يَخْرُجُ مِنْهُمَا اللُّؤْلُؤُ وَالْمَرْجَانُ ۝﴾ (الرحمن: ۲۲)
”ان دونوں سے موتی اور مرجان نکلتے ہیں۔“

الزجاج نے تو کہا ہے کہ یہ موتی وہاں سے نکلتے ہیں جہاں سے میٹھا اور کھارا پانی باہم ملتے ہیں۔ مگر مبرد کا کہنا ہے کہ موتی صرف کھارے پانی سے برآمد ہوتے ہیں۔ موتی چونکہ باکثرت سمندر سے نکلتے ہیں اس لیے یہی بات معروف ہو گئی مگر حقیقت وہی ہے جو قرآن نے بیان کی ہے کہ موتی دونوں سے برآمد ہوتے ہیں۔ جب سمندروں میں میٹھے پانی کے چشمے بھی پائے جاتے ہیں تو دونوں سے موتی نکلنے کا اطلاق اس پر بھی بعید نہیں اور الزجاج نے جیسا کہ کہا ہے دونوں کے ملنے اور مجموعہ کے مقام سے موتی برآمد ہوتے ہیں تو یہ بھی اسی کا مصداق ہے۔

القرآن، ج: ۱۰، ص: ۸۶)

یہ بالکل اسی طرح ہے کہ کوئی قسم کھائے کہ میں ”دابة“ جانور پر سوار نہیں ہوں گا۔ کافر کو اللہ نے ”شمر الدواب“ کہا ہے مگر اس کے باوجود وہ کافر کے کندھے پر سوار ہو تو حانث نہیں ہوگا کیوں کہ عرف میں جانور پر سوار سے مراد حیوان جانور ہی ہیں انسان مراد نہیں ہوتا۔ یا جیسے کوئی کہے کہ میں آج کلام نہیں کروں گا۔ تو وہ تسبیح و تحمید و تہلیل کے کلمات کا وظیفہ پڑھنے یا نماز پڑھنے سے حانث نہیں ہوگا اگرچہ حدیث میں لا الہ الا اللہ کو ”کلمۃ التقویٰ“ اور سبحان اللہ وبحمدہ الخ کو ”کلمتان حبیبتان“ دو کلمے کہا گیا ہے کیوں کہ عرف میں ان کا کلام پر اطلاق نہیں ہوتا۔ یہی جمہور کا مسلک ہے۔ مزید دیکھئے فتح الباری، ج: ۱۱، ص: ۵۶۷

۲: آبی جانوروں کا جیسے گوشت ہے اسی طرح پرندوں کا گوشت ہے۔ اور اسی طرح اونٹ، گائے، بھیڑ، بکری کا گوشت ہے۔ تو کیا مثلاً مچھلی کے گوشت کے عوض اونٹ، گائے، بکری کا گوشت زیادہ لینا درست ہے؟ کیوں کہ گوشت ہونے میں تو سب برابر ہیں۔ صحیح یہ ہے کہ ان میں تفاضل جائز ہے۔ کیوں کہ گوشت کی نوعیت اور اصل جنس میں فرق ہے ایک مچھلی کا دوسری مچھلی کے گوشت کے عوض تو تفاضل جائز نہیں۔ گائے، بکری، اونٹ میں جائز ہے کیوں کہ تمام جانوروں کی قسمیں مختلف ہیں۔

۳: یہاں زیور کے بارے میں ﴿حَلِیَّةٌ تَلْبَسُونَهَا﴾ کے الفاظ ہیں۔ اور یہ موتی، مرجان بطور زیور مرد و عورت دونوں کے لیے جائز ہیں۔ ”تلبسونہا“ مذکر کا صیغہ استعمال کرنے سے اس طرف اشارہ ہے کہ یہ زیور مردوں کا بھی ہے۔ البتہ مردوں کے لیے سونا اور ریشم پہننا حرام ہے جس کی وضاحت متعدد احادیث مبارکہ میں آئی ہے۔ اب اگر کوئی یہ قسم کھائے کہ میں زیور نہیں پہنوں گا پھر اس نے موتی یا موتیوں کا ہار پہن لیا تو وہ حانث نہیں ہوگا اور اس پر کوئی کفارہ نہیں کیوں کہ عرف میں موتیوں کو یوں پہننے پر زیور کا اطلاق نہیں ہوتا۔ یہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہے

جب کہ امام شافعی قاضی ابویوسف رحمہما اللہ اور امام محمد رحمہما اللہ فرماتے ہیں وہ حانث ہو جائے گا۔ اور یہی زیادہ قرین قیاس ہے۔ البتہ اگر انگٹھی میں موتی ہو اور اسے پہنا جائے تو اس کا حکم مختلف ہوگا۔ واللہ اعلم

اسی آیت کے ضمن میں علامہ زنجیری وغیرہ یہ دور کی کوڑی بھی لائے ہیں کہ میٹھے اور کھاری سمندروں کے پس منظر میں مومن اور کافر کی بھی مثال ہے۔ مومن میٹھے پانی کی ماند ہے جب کہ کافر کھاری پانی کی طرح ہے مگر کھاری پانی پر مشتمل سمندر تو کافر سے بھی بہتر ہے کیوں کہ اس سے گوشت اور موتی حاصل ہوتے ہیں اور ان میں کشتیوں کے ذریعے اللہ کا فضل حاصل کیا جاتا ہے مگر کافر سے تو کسی منفعت کی بھی توقع نہیں۔ جیسے اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں فرمایا ہے:

﴿ثُمَّ قَسَتْ قُلُوبُكُمْ مِنْ بَعْدِ ذَلِكَ فَهِيَ كَالْحِجَارَةِ أَوْ أَشَدُّ قَسَوَةً وَإِنَّ مِنَ الْحِجَارَةِ لَمَا يَتَفَجَّرُ مِنْهُ الْأَنْهَارُ وَإِنَّ مِنْهَا لَمَا يَشْفَقُ فَيَخْرُجُ مِنْهُ الْمَاءُ وَإِنَّ مِنْهَا لَمَا يَهْبِطُ مِنْ خَشْيَةِ اللَّهِ وَمَا اللَّهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ﴾

(البقرة: ۷۴)

”پھر اس کے بعد تمہارے دل سخت ہو گئے تو وہ پتھروں جیسے ہیں، یا سختی میں (ان سے بھی) بڑھ کر ہیں اور بے شک پتھروں میں سے کچھ یقیناً وہ ہیں جن سے نہریں پھوٹ نکلتی ہیں اور بے شک ان سے کچھ یقیناً وہ ہیں جو پھٹ جاتے ہیں، پس ان سے پانی نکلتا ہے اور ان سے کچھ یقیناً وہ ہیں جو اللہ کے ڈر سے گر پڑتے ہیں اور اللہ اس سے ہرگز غافل نہیں جو تم کرتے ہو۔“

علامہ آلوسی نے اسی کو ترجیح دی ہے۔ مگر سیاق کلام میں یہ مثال اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ اور اس کے انعامات کے اشارہ پر مشتمل ہے بعد کی آیت میں بھی اسی حقیقت کا بیان ہے۔



توفیق الباری

”الادب المفرد“ للبخاری کا اردو ترجمہ مع تشریحات و فوائد

از حضرت نواب سید صدیق حسن خان صاحب رحمہ اللہ
تسہیل: حافظ محمد اشرف سعید (نیوکول شالامار باغ۔ لاہور)

باب: من کرہ أن یقعد ویقوم له الناس
یہ بات ناپسندیدہ ہے کہ آدمی خود تو بیٹھا ہو اور لوگ اس کے لیے کھڑے
رہیں

۹۸۸. عن جابر قال: صرَّعَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مِنْ فَرَسٍ بِالْمَدِينَةِ عَلَى جَذْعِ نَخْلَةٍ، فَانْفَكَّتْ قَدَمُهُ، فَكُنَّا نَعُوذُ فِي مَشْرَبَةٍ لِعَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، فَأَتَيْنَاهُ وَهُوَ يُصَلِّي قَاعِدًا، فَصَلِينَا قِيَامًا، ثُمَّ أَتَيْنَاهُ مَرَّةً أُخْرَى وَهُوَ يُصَلِّي الْمَكْتُوبَةَ قَاعِدًا، فَصَلِينَا خَلْفَهُ قِيَامًا، فَأَوْمَأَ إِلَيْنَا أَنْ اقْعُدُوا، فَلَمَّا قَضَى الصَّلَاةَ قَالَ: ((إِذَا صَلَّى الْإِمَامُ قَاعِدًا فَصَلُّوا قُعُودًا، وَإِذَا صَلَّى قَائِمًا فَصَلُّوا قِيَامًا، وَلَا تَقُومُوا وَالْإِمَامُ قَاعِدٌ كَمَا تَفْعَلُ فَارِسُ بَعْظَمَائِهِمْ.)) (صحیح)

”حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ مدینہ منورہ میں اپنے گھوڑے سے کھجور کے تنے پر گر پڑے۔ آپ کے پاؤں مبارک میں موج آ گئی۔ ہم لوگ آپ کی عیادت کے لیے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے میں جایا کرتے تھے۔ ایک بار آئے تو دیکھا کہ آپ بیٹھ کر نماز پڑھ رہے ہیں۔ ہم نے کھڑے ہو کر نماز پڑھی۔ پھر دوبارہ آپ کے پاس آئے تو آپ فرض نماز بیٹھ کر پڑھ رہے تھے۔ ہم نے آپ کے پیچھے کھڑے ہو کر نماز شروع کی۔ آپ ﷺ نے ہمیں بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ ہم بیٹھ گئے۔ جب آپ نے نماز

مکمل کی تو فرمایا جب امام بیٹھ کر نماز پڑھے تو تم بھی بیٹھ کر پڑھو اور جب کھڑا ہو کر پڑھے تو تم بھی کھڑے ہو کر پڑھو۔ امام بیٹھا ہو تو تم کھڑے نہ ہو کرو جیسے اہل فارس اپنے حکمرانوں کے لیے کرتے ہیں۔“

۹۸۹. وَوُلِدَ لِغُلَامٍ مِنَ الْأَنْصَارِ غُلَامٌ فَسَمَّاهُ مُحَمَّدًا فَقَالَتِ الْأَنْصَارُ: لَا نُكْنِيكَ بِرَسُولِ اللَّهِ، حَتَّى قَعَدْنَا فِي الطَّرِيقِ نَسْأَلُهُ عَنِ السَّاعَةِ؟ فَقَالَ: ((جِئْتُمُونِي تَسْأَلُونِي عَنِ السَّاعَةِ؟)) قُلْنَا: نَعَمْ، قَالَ: ((مَا مِنْ نَفْسٍ مَنُوقَسَةٍ يَأْتِي عَلَيْهَا مَائَةٌ سَنَةٍ)) قُلْنَا: وَوُلِدَ لِغُلَامٍ مِنَ الْأَنْصَارِ غُلَامٌ فَسَمَّاهُ مُحَمَّدًا، فَقَالَتِ الْأَنْصَارُ، لَا نُكْنِيكَ بِرَسُولِ اللَّهِ، قَالَ: ((أَحْسَنَتِ الْأَنْصَارُ، سَمُّوا بِاسْمِي وَلَا تُكْتَبُوا بِكُنْيَتِي.)) (صحیح البخاری)
”راوی بیان کرتے ہیں انصار میں سے ایک شخص کے ہاں لڑکا پیدا ہوا تو اس نے اس بچے کا نام محمد رکھا۔ انصار کہنے لگے ہم تمہیں ابو محمد کی کنیت کے ساتھ نہیں پکاریں گے۔ پھر ہم راستے میں بیٹھ گئے تاکہ نبی ﷺ سے قیامت کے متعلق پوچھیں۔ آپ نے فرمایا تم لوگ مجھ سے قیامت کے متعلق پوچھنے آئے ہو؟ ہم نے عرض کیا، جی ہاں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: آج نہیں ہے کوئی جان ذی روح اس پر سو سال گزر جائیں ان میں سے کوئی باقی نہیں رہے گا۔ ہم نے عرض کیا: ہمارے ایک غلام انصاری کے گھر لڑکا پیدا ہوا ہے۔ اس

پسند نہیں کرتے۔ اگر یہ زندہ ہوتا تو کان کٹا ہوتا ہی اس کے لیے عیب تھا یہ تو مرا ہوا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ کی قسم یہ دنیا اس سے بھی زیادہ ذلیل ہے اللہ کے نزدیک اس بکری کے مردہ بچے سے۔“

باب: ما يقول الرجل إذا خدرت رجله

پاؤں سن ہو جائے تو کیا کہنا چاہیے؟

۹۹۳. عن عبد الرحمن بن سعد قال: خدرت رجل ابن عمر، فقال له رجل: اذكر أحب الناس إليك، فقال: يا محمد. (ضعيف)
”عبد الرحمن بن سعد رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا پاؤں سن ہو گیا تو ایک آدمی نے ان سے کہا جو شخص آپ کو سب سے زیادہ محبوب ہے اس کو یاد کرو انہوں نے کہا محمد ﷺ۔“



ذوالحلیفہ انٹرنیشنل ٹریول اینڈ ٹورز

موبائل: 0300-6992115 / 0321-4114174

سستا ترین

حج و عمرہ پیکیج

کنفرم ٹکٹ

ویزہ

سہولیات

حرم شریف کے نزدیک ترین رہائش

ہوٹل و اکانومی ٹیکس دستیاب ہے

تمام ایئر لائن کی ٹکٹیں دستیاب ہیں

99-ریلوے روڈ، نزد گورنمنٹ کالج آف ٹیکنالوجی، لاہور

فون: 042-35504962, 37381262

انصاری نے اس کا نام محمد رکھا ہے۔ انصار کہتے ہیں ہم تجھ کو رسول اللہ ﷺ کی کنیت کے ساتھ نہیں پکاریں گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: انصار نے اچھا کیا ہے۔ میرے نام کے ساتھ نام رکھو لیکن میری کنیت کے ساتھ کنیت نہ رکھو۔“

باب: [الوعظ والنزجر]

ترجمہ الباب نہیں

۹۹۰. عن جابر بن عبد الله أن رسول الله ﷺ مرّ في السوق داخلا من بعض العالية - والناس كنفية - فمرّ بجدي أسك [ميت]، فتناوله فأخذ بأذنه ثم قال: ((أَيْكُمْ يُحِبُّ أَنْ هَذَا لَهُ بِدْرَهُمْ؟)) فقالوا: ما نُحِبُّ أَنَّهُ لَنَا بِشَىءٍ وما نَصْنَعُ بِهِ؟ قال: ((أَتَحِبُّونَ أَنَّهُ لَكُمْ؟)) قالوا: لا، قال ذلك لهم ثلاثاً، فقالوا: لا والله لو كان حياً لكان عيباً فيه أنه أسك - والأسك الذي ليس له أذنان - فكيف وهو ميت؟ قال: ((فَوَاللَّهِ، لِلدُّنْيَا أَهْوَنُ عَلَى اللَّهِ مِنْ هَذَا عَلَيْكُمْ.)) (صحيح مسلم)

”جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ اوپر والے راستے سے بازار میں آئے۔ آپ کے دونوں جانب لوگ موجود تھے۔ آپ بکری کے ایک مردہ بچے کے پاس تشریف لائے۔ اس کے کان کٹے ہوئے تھے۔ اس کو پکڑ لیا۔ اس کے کان کو پکڑا اور فرمایا تم میں سے کوئی ہے جو اسے ایک درہم میں لینا پسند کرے؟ لوگوں نے کہا ہم اسے کسی چیز کے بدلے میں لینا پسند نہیں کرتے، ہم اس کو لے کر کیا کریں گے۔ پھر آپ نے فرمایا کیا تمہیں یہ اچھا لگتا ہے کہ تمہیں یہ مفت ہی مل جائے؟ صحابہ نے عرض کیا نہیں۔ آپ نے ان سے تین مرتبہ فرمایا تو انہوں نے ہر مرتبہ یہی عرض کیا بخدا ہم اسے

☆ ایک مسئلہ وراثت

☆ معلق طلاق یعنی شرط لگانا کہ یہ کام کیا تو طلاق ہے

مولانا مفتی عبید اللہ خاں عقیف رحمۃ اللہ علیہ

۲: معلق: اگر شوہر کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے پر طلاق معلق کرے یعنی طلاق کو کسی شرط کے ساتھ مشروط کرے۔ مثلاً یوں کہے کہ اگر تو میری اجازت کے بغیر گھر سے باہر نکلی تو میری طرف سے تجھے طلاق، یا اگر تیرے ہاں اب کہ بیٹا پیدا نہ ہوا تو تجھے طلاق ہے، تو شرط حاصل ہونے (یعنی گھر سے بلا اجازت نکلنے یا بیٹا پیدا نہ ہونے) پر طلاق واقع ہو جائے گی۔

اس گفتگو سے معلوم ہوا کہ کسی شرط کے ساتھ مشروط طلاق کو طلاق معلق (لٹکی ہوئی طلاق) کا نام دیا جاتا ہے۔ آپ کا سوال اسی طلاق معلق کے وقوع وعدم وقوع کے بارے میں ہے۔ معلق طلاق کے وقوع میں اختلاف ہے۔ علماء کے دو قول ہیں:

قول اول: امام ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ تو سرے سے اس تعلیق کے قائل ہی نہیں۔ یعنی ان کے نزدیک شرط حاصل ہو جانے پر طلاق واقع نہیں ہوتی۔ گویا وہ اس تعلیق کو عبث کارروائی قرار دیتے ہیں۔ فرماتے ہیں:

برهان ذلك انه لم يات قرآن ولا سنة بوقوع الطلاق بذالك وقد علمنا الله الطلاق على المدخول بها وفي غير المدخول بها وليس هذا فيما علمنا. (كتاب فقه السنة، ج: ۲، ص: ۲۴۴، ۲۴۵)

”دلیل یہ ہے کہ قرآن مجید اور حدیث میں اس معلق طلاق کا سرے سے ذکر ہی نہیں۔ اس کے وقوع کے حق میں قطعاً کوئی اشارہ تک موجود نہیں۔ جب کہ اللہ تعالیٰ نے ہم کو

سوال: کیا فرماتے ہیں مفتیانِ شرع متین اس سوال کے متعلق کہ ایک آدمی فوت ہو گیا۔ اس کی اولاد چھ بیٹیاں اور پانچ بیٹے ہیں جو زندہ ہیں۔ بیوی، والدین اور بہنیں فوت ہو چکی ہیں۔ اس کی جائیداد وارثوں میں کتنی کتنی تقسیم ہوگی۔ بینوا تو جروا

جواب: بشرطیکہ متوفی کا کوئی وارث شرعی حیات نہ ہو تو اگر اس کے ذمہ قرض واجب الادا ہو یا اس نے کوئی وصیت کی ہو تو پھر سب سے پہلے اس کا قرضہ ادا کیا جائے۔ اگر وصیت کی ہو تو وصیت پر عمل کرنا شرعاً ضروری ہے۔ ان دونوں کے بعد جو بچ رہے وہ ﴿يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنثِيَيْنِ﴾ کے تحت لڑکے دو گنا اور لڑکی کو ایک گنا حصہ ملے گا۔ مثلاً اگر کل جائیداد -/1600000 روپے ہے تو ہر ایک کو 200000 لاکھ اور ہر ایک لڑکی کو ایک لاکھ روپیہ ملے گا۔

هذا ما عندی واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب .

سوال: شوہر جس کام کو کرنے کی صورت میں بیوی پر شرط لگائے کہ اگر تم یہ کام کرو گی تو تم کو میری طرف سے طلاق ہو جائے گی۔ اس کام کو کرنے سے قبل یعنی اس کام کے ہونے سے قبل اگر شوہر اپنی طلاق والی شرط واپس لے لے تو کیا بعد میں اگر بیوی وہ کام کر لے تو کیا طلاق واقع ہو جائے گی؟ براہ کرم یہ بتائیں کہ علمائے کرام اس میں کیا فرماتے ہیں۔ (سائلہ: طوبیٰ عمران)

جواب: صورتِ مسئلہ میں واضح ہو کہ ایقاع طلاق کی دو قسمیں ہیں: ۱: منجز: فوراً واقع ہو جانے والی طلاق۔ مثلاً شوہر کہے تو طالق (طلاق، مطلقہ) ہے تو یہ لفظ زبان سے نکلنے وقت ہی طلاق پڑ جائے گی۔

مدخولہ اور غیر مدخولہ بیوی کو طلاق دینے کا طریقہ بتا دیا ہے۔
لہذا ہمارے علم کے مطابق قرآن وحدیث میں اس طلاق کا
کوئی تصور موجود نہیں۔“

یہ محض فقہاء کی ذاتی آراء اور مویشگافیاں ہیں جن کی پابندی شرعاً
کوئی ضروری نہیں۔“

قول ثانی: تابعین میں سے حضرت سعید بن مسیب، عطاء، حسن بصری
اور دوسرے فقہائے کرام شرط کے حصول پر معلق طلاق کے وقوع
کے قائل ہیں۔

رہا آپ کا سوال کہ شرط عائد کرنے والا شوہر مشروط کام ہونے
سے قبل اپنی عائد کردہ شرط واپس لے سکتا ہے یا نہیں، اور اس طرح
طلاق کی شرط واپس لینے کے بعد وہ کام کر لے تو طلاق واقع ہو جائے
گی یا نہیں۔ تو جواب یہ ہے کہ شوہر مشروط کام ہونے سے قبل اپنی
طلاق والی شرط واپس لینے کا مجاز ہے۔ جس طرح وہ شرط عائد کر سکتا
ہے اسی طرح وہ واپس بھی لے سکتا ہے۔ جیسے رسول اللہ ﷺ نے فتح
خیبر کے بعد یہود کو جلا وطن کرنا چاہا تو انہوں نے آباد رہنے کی خواہش
کی تو آپ ﷺ نے فرمایا: ٹھیک ہے مگر جب چاہیں گے شرط واپس
لے کر آپ لوگوں کو جلا وطن کر دیں گے۔ لہذا پھر حضرت عمر فاروق
نے ان کو تیمار اور ریحاً بستنیوں کی طرف نکال دیا۔

قرآن وحدیث میں ایسی کوئی دلیل ہمارے علم میں نہیں جو شرط
واپس لینے میں حائل ہو۔ آپ کی مزید تسلی کے لیے برصغیر ہندوپاک
کے مفتی اعظم کفایت اللہ حنفی دہلوی کا ایک فتویٰ مع سوال وجواب
حوالہ قرطاس کیے دیتے ہیں۔ یہ فتویٰ بطور استشہاد پیش کیا جاتا ہے۔

سوال: ایک شخص کی زوجہ کانپور میں اپنی والدہ کے ہاں مقیم تھی۔ اس
نے ایک خط لکھ کر اس کے نام روانہ کیا کہ ”تم اس خط کو دیکھتے ہی
فوراً اٹاؤ چلے آؤ۔ اگر کسی طرح نہ آسکو تو جو زیور تمہارے پاس
ہمارا ہے وہ بذریعہ پارسل میرے پاس روانہ کر دو۔“ فوراً اس خط
کو دیکھتے ہی۔ اگر تم نے ان دونوں باتوں میں سے ایک بات

بھی قبول نہ کی تو تم کو ہماری طرف سے ایک طلاق ہے۔ یہ
مضمون بطور ڈراوے کے لکھا تھا۔ اس خط کو راستے میں ایک شخص
نے لے لیا۔ جب اس شخص کو معلوم ہوا کہ میرا خط میری زوجہ کو
نہیں پہنچا تو اس نے کہا میں اس طلاق سے باز آیا۔ میں اپنی
زوجہ کو اپنے پاس ہی رکھوں گا اور کئی بار رجعت کی۔ مگر زوجہ کی
غیر موجودگی کی وجہ سے وہ اس سے مل نہ سکا۔ (رسالہ الجمعۃ دہلی
۲ مئی ۱۹۲۷ء میں شائع ہوا)

جواب: جب تک وہ خط زوجہ کو نہ پہنچے اور اسے نہ دیکھے بے اثر
ہے۔ یعنی اس خط میں لکھی ہوئی طلاق کا کوئی اثر نہیں۔ نہ طلاق
پڑ سکتی ہے۔ اگر وہ خط زوجہ کے پاس پہنچے اور اس کے دیکھنے سے
پہلے ضائع کر دیا جائے تو تعلیق (شرط) باطل ہو جائے گی۔ اگر وہ
خط زوجہ کے پاس پہنچ جاتا اور وہ دیکھ لیتی اور دونوں باتوں میں
سے کوئی بات نہ کرتی جب بھی اس پر ایک طلاق پڑتی اور عدت
کے اندر رجعت کر لینے سے رجعت صحیح ہو جاتی۔ (محمد کفایت اللہ
دہلوی، کتاب کفایت المفتی، ج: ۶، ص: ۳۱۰، ۳۱۱، مکتبہ امدادیہ ملتان)
یہ بھی یاد رہے کہ ملک مصر میں ۱۹۲۹ء سے لاگو عائلی قوانین کے
قانون نمبر ۲۵ کی ذیلی دفعہ میں غیر منجر یعنی معلق بالشرط کو کالعدم قرار دیا
جا چکا ہے۔

سید سابق ارقام فرماتے ہیں:

لا یقع الطلاق غیر منجز اذا قصد به الحمل
فعل شیء او ترکہ لا غیر .

(فقہ السنۃ، ج: ۲، ص: ۲۲۴)

”ہمارے ملک میں طلاق معلق یعنی وہ طلاق جس میں کسی
کام کے کرنے یا نہ کرنے پر اکسایا گیا ہو بے معنی اور غیر
معتبر قرار دی گئی ہے۔“

یہ بات طے اور مسلم ہے کہ بعض منجر یعنی فوری واقع ہو جانے والی
طلاقیں شرعاً واقع نہیں ہوتیں جیسے نیند میں دی گئی طلاق، نابالغ اور
مجنون کی طلاق واقع نہیں ہوتی۔ جیسا کہ حدیث میں ہے:

عن علی رضی اللہ عنہ عن النبی ﷺ انه قال
رفع القلم عن ثلاثة عن النائم حتى يستيقظ
وعن الصبی حتى يحتلم وعن المجنون حتى
يعقل . (رواه اصحاب السنن، فقه السنة، ج: ۲،
ص: ۲۱۲)

جب صورت حال یہ ہے تو پھر سوچنے کی بات ہے کہ معلق طلاق
اس وقت میں کس طرح واقع ہوگی جس وقت میں وہ دی ہی نہیں گئی۔
حافظ ابن حزم فرماتے ہیں:

وايضاً فان كان كل طلاق لا يقع حين ايقاعه
فمن المحال ان يقع بعد ذلك في حين لم
يوقعه . (فقه السنة، ج: ۲، ص: ۲۲۵)

خلاصہ کلام: کہ اگرچہ جمہور علماء وفقہاء کے نزدیک معلق طلاق
واقع ہو جاتی ہے، تاہم شرط عائد کرنے والا شرط کے حصول سے پہلے
پہلے اپنی عائد کردہ شرط بہر حال شرعاً واپس لے سکتا ہے۔ شرط کی
واپسی کے بعد طلاق واقع نہیں ہوگی۔



ضرورت ہے

لاہور کی وقیع لائبریری کے لیے منشرع و متدرین علمی ذوق
کے حامل ایک لائبریرین کی ضرورت ہے جو خوشخط، عربی کمپوزنگ
اور کمپیوٹر بھی جانتا ہو۔

لاہور کی رہائش قابل ترجیح ہے۔

تنخواہ حسب لیاقت

امیدوار درخواست اپنے ہاتھ سے لکھ کر ارسال کریں۔

ابوالعباس، معرفت ہفت روزہ الاعتصام
۳۱۔ شیش محل روڈ، لاہور

معراج کی چند عظیم نشانیاں

حافظ صلاح الدین یوسف

○ تیسری بڑی نشانی: معراج (سیڑھی) کے ذریعے سے نبی ﷺ کا آسمانوں پر لے جانا ہے۔ یہ کیسی عظیم الشان سیڑھی ہوگی جو آسمانوں پر چڑھنے کے لیے آپ کو مہیا کی گئی۔ براق کو آپ نے بیت المقدس میں باندھ دیا تھا۔ آسمانوں سے واپس آنے کے بعد آپ نے دوبارہ بیت المقدس سے مسجد حرام تک کا سفر اسی براق پر کیا۔

○ چوتھی بڑی نشانی: بیت المقدس میں تمام انبیاء کا جمع کرنا اور ان کا نبی ﷺ کی اقتدا میں نماز پڑھنا ہے، یہ واقعہ چاہے آسمانوں پر جانے سے پہلے کا ہو یا آسمانوں سے واپسی پر (جیسا کہ اس میں اختلاف ہے) اس کی اہمیت واضح ہے۔

○ پھر ایک انسان کا آسمانوں پر عروج بھی کچھ کم اہمیت کا حامل نہیں ہے، یہ بجائے خود ایک بہت عظیم نشانی ہے۔

○ پھر آسمانوں پر جلیل القدر انبیاء ﷺ سے ملاقاتوں کا خصوصی اہتمام بھی نبی ﷺ کی امتیازی شان کا اظہار اور ایک عظیم نشانی کا مشاہدہ ہے۔

○ سدرۃ المنتہی کا مشاہدہ جو مقام انتہاء ہے، بالائی چیزوں کا بھی اور ارضی چیزوں کا بھی۔ اس سے اوپر کی چیزیں بھی جنہیں نیچے اترنا ہوتا ہے ان کا نزول پہلے یہاں ہوتا ہے: فرشتے اسے یہاں سے وصول کر کے اس کے مطابق کارروائی کرتے ہیں اور نیچے زمین سے اوپر (آسمانوں) کو جانے والی چیزیں بھی یہاں آ کر ٹھہر جاتی ہیں اور پھر اس کے بعد ان کو جہاں لے جانا ہوتا ہے، لے جایا جاتا ہے۔ اس اعتبار سے یہ بہت ہی اہم مقام اور نہایت اہم مرکز ہے۔ علاوہ ازیں یہ مرکز تجلیات الہی بھی ہے۔ اس کے گرد

قرآن مجید میں اسراء (مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک کا بذریعہ براق سفر) کا مقصد یہ بتلایا گیا ہے:

﴿لِنُرِيَهُ مِنْ آيَاتِنَا﴾ (بنی اسرائیل: ۱)

”تا کہ ہم اپنے بندے (پیغمبر) کو اپنی نشانیاں دکھائیں۔“ اسی طرح سورہ نجم میں معراج (سیر آسمانی) کی بعض تفصیلات بیان کی گئی ہیں، فرمایا:

﴿لَقَدْ رَأَىٰ مِنْ آيَاتِ رَبِّهِ الْكُبْرَىٰ﴾ (النجم: ۱۸)

”اللہ کے پیغمبر نے (وہاں) اپنے رب کی بعض بڑی نشانیاں دیکھیں۔“

ان دونوں آیات سے واضح ہوتا ہے کہ اسراء و معراج کی رات میں رسول اللہ ﷺ نے اپنے رب کی بہت سی عظیم نشانوں کا مشاہدہ کیا۔ ان میں سے چند بڑی نشانیاں حسب ذیل ہیں:

○ شوق صدر کے بعد نبی ﷺ کے قلب اطہر کا نکالنا اور پھر اسے دھو کر دوبارہ اپنے مقام پر رکھ دینا، بھی ایک عظیم نشانی ہے کیوں کہ اس دور میں توطب و سانس کی وہ ترقی نہیں تھی جو آج کل عام ہے۔ اس دور میں دل کا اپنے مقام سے باہر نکال لینا موت کے مترادف تھا۔ لیکن نبی ﷺ کو کچھ نہیں ہوا، یہ اللہ کا حکم اور اس کی مشیت تھی۔ اللہ کے خصوصی فضل و کرم سے آپ کی زندگی محفوظ ہی رہی تا آنکہ آپ کا دل ایمان و حکمت سے بھر کر اپنے مقام پر رکھ دیا گیا۔

○ دوسری بڑی نشانی: اللہ تعالیٰ کی طرف سے براق جیسی برق رفتار سواری کا انتظام کرنا تھا جس نے ڈیڑھ دو مہینے کے سفر کو رات کے ایک نہایت قلیل حصے میں طے کرادیا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو قبر میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھنا:
نبی ﷺ نے فرمایا:

”جس رات مجھے سیر کرائی گئی، اس رات کو میں نے موسیٰ علیہ السلام کو قبر میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا۔“ (صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب فضائل موسیٰ، حدیث: ۲۳۷۵)

قبر، یعنی برزخ میں آپ کو مشاہدہ کروایا گیا، اس سے برزخ کی زندگی کا اثبات ہوتا ہے جو ہر انسان کو حاصل ہوتی ہے، چاہے وہ مومن ہو یا کافر۔ انبیاء علیہم السلام تو تمام انسانوں میں افضل ہوتے ہیں، اس لیے یقیناً یہ برزخی زندگی انھیں دوسرے عام انسانوں کے مقابلے میں زیادہ بہتر انداز سے حاصل ہوتی ہوگی لیکن یہ زندگی کس قسم کی ہے؟ اس کی نوعیت و کیفیت کیسی ہے؟ اس کی تفصیل کا ہمیں علم ہے نہ ہم اسے بیان کر سکتے ہیں، تاہم اس کی بابت یہ دعویٰ کرنا کہ وہ دنیوی زندگی ہی کی طرح ہے بلکہ اس سے زیادہ قوی ہے جیسا کہ بعض لوگ یہ دعویٰ کرتے ہیں تو یہ دعویٰ بلا دلیل ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو پھر انھیں منوں مٹی کے نیچے دبا کر رکھنے کی ضرورت کیا ہے؟

داروغہ جہنم اور دجال کا مشاہدہ:

آپ کو داروغہ جہنم جس کا نام مالک ہے، اور دجال جس کا خروج قیامت کے قریب ہوگا، ان دونوں کا مشاہدہ بھی اسی رات کی نشانیوں کے طور پر کرایا گیا۔ (صحیح مسلم، باب الإسراء، حدیث: ۱۶۵)

جنت کا مشاہدہ:

سدرۃ المنتہیٰ پر پہنچنے اور وہاں بہت سے عجائبات کا مشاہدہ کرنے کے بعد، نبی ﷺ نے فرمایا:
(ثُمَّ أُدْخِلْتُ الْجَنَّةَ فَإِذَا فِيهَا جَنَابُذُ اللَّوْزِ، وَإِذَا تَرَأُّبُهَا الْمُسْكُ .) (صحیح مسلم، الإيمان، باب الإسراء برسول اللہ ﷺ، حدیث: ۱۶۳)
”پھر مجھے جنت میں لے جایا گیا تو میں نے وہاں دیکھا کہ موتیوں کے قبة ہیں اور اس کی مٹی کستوری ہے۔“

سونے کے پروانے محو پرواز رہتے ہیں۔ اس کے حسن و جمال اور رعنائی منظر کو بیان نہیں کیا جاسکتا۔ اسی کے پاس جنت الماویٰ بھی ہے۔ اسی جگہ پر (صَرِيفُ الْأَقْلَامِ) ”قلموں کے چلنے کی آوازیں“ بھی نبی ﷺ نے سنی تھیں جس کا مطلب ہے کہ یہیں فرشتے لوح محفوظ سے قضا و قدر کے فیصلے نوٹ کرتے ہیں۔ اسی مقام پر نبی ﷺ کو وہ تین چیزیں ملیں جو شب معراج کے خاص تحفے ہیں اس رات کو نبی ﷺ نے حضرت جبریل علیہ السلام کو دوسری مرتبہ ان کی اصلی صورت میں دیکھا۔ یہاں چار نہریں بھی دیکھیں جن کے سوتے اسی مقام پر ہیں۔ گویا سدرۃ المنتہیٰ بہت سے مشاہدات کا مجموعہ اور عجائبات آسمانی کا مظہر ہے۔

○ ساتویں آسمان پر بیت المعمور دیکھا جو فرشتوں کی عبادت گاہ ہے جس سے اللہ کی اس نورانی مخلوق کی عظمت و کثرت کا مشاہدہ ہوا کہ روزانہ ستر ہزار فرشتے اس میں عبادت کے لیے آتے ہیں، پھر قیامت تک ان کی دوبارہ باری نہیں آتی۔

○ جنت و دوزخ اور اس کے بعض مناظر کا مشاہدہ جس کی تفصیل آگے آرہی ہے۔

○ اور یہ سب کچھ رات کے ایک نہایت ہی قلیل حصے میں ہوا جس کے لیے مہینوں درکار تھے بلکہ کسی انسان کے یہ بس میں ہی نہیں تھا کہ وہ ان عجائبات کو دیکھ سکے جن کا مشاہدہ نبی ﷺ کو شب معراج میں کرایا گیا۔

معراج کے مزید چند مستند مشاہدات:

مذکورہ دس نکتوں پر غور کرنے سے واضح ہو جاتا ہے کہ ان میں سے ہر ایک نکتہ اور پہلو، ایک عظیم نشانی ہے اور ان کا مشاہدہ فی الواقع: ﴿لِنُرِيَهُ مِنْ أَيْنَا﴾ اور ﴿لَقَدْ رَأَى مِنْ آيَاتِ رَبِّهِ الْكُبْرَى﴾ کا مصداق و مظہر ہے۔ تاہم ان کے علاوہ بھی کچھ اور مشاہدات ہیں جو نبی ﷺ نے اپنے اس عظیم معجزاتی سفر میں کیے۔ ان میں سے جو سنداً صحیح ہیں، ان میں سے چند اہم واقعات حسب ذیل ہیں:

کوثر نہر کا مشاہدہ:

جنت میں آپ نے کوثر نہر کا مشاہدہ فرمایا، حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں: جب نبی ﷺ کو معراج کرائی گئی تو آپ ﷺ نے فرمایا:

((أَتَيْتُ عَلَى نَهْرٍ خَافَتَاهُ قَبَابُ اللَّوْلُؤِ مُجَوَّفٌ، فَقُلْتُ: مَا هَذَا يَا جَبْرِيلُ؟ قَالَ: هَذَا الْكَوْثَرُ.))

(صحیح البخاری، التفسیر، باب تفسیر سورة الكوثر، حدیث: ۴۹۶۴)

”میں ایک نہر پر آیا اس کے دونوں کنارے موتیوں کے قہوں کے تھے، میں نے پوچھا، جبریل علیہ السلام یہ کیا ہے؟ جبریل علیہ السلام نے کہا، یہ کوثر ہے۔“

حضرت انس رضی اللہ عنہ ہی سے مروی ایک دوسری روایت میں ہے، نبی ﷺ نے فرمایا:

((بَيْنَمَا أَنَا أَسِيرُ فِي الْجَنَّةِ إِذَا أَنَا بِنَهْرٍ خَافَتَاهُ قَبَابُ الدَّرِّ الْمُجَوَّفِ، قُلْتُ: مَا هَذَا يَا جَبْرِيلُ؟ قَالَ: هَذَا الْكَوْثَرُ الَّذِي أَعْطَاكَ رَبُّكَ، فَإِذَا طِيبُهُ أَوْ طِينُهُ مِسْكٌ أَذْفَرُ.)) (صحیح البخاری، الرقاق، باب فی الحوض، حدیث: ۶۵۸۱)

”میں ایک وقت جنت کی سیر کر رہا تھا کہ میں نے وہاں ایک نہر دیکھی جس کے دونوں کنارے جوف دار موتیوں کے قہے تھے۔ میں نے پوچھا، جبریل علیہ السلام یہ کیا ہے؟ جبریل علیہ السلام نے کہا: یہ کوثر ہے جو آپ کے رب نے آپ کو عطا کی ہے، اس کی مٹی خوشبودار کستوری ہے۔“

ایک تیسری روایت ہے جس کا راوی شریک بن عبد اللہ بن ابی نمر ہے۔ اس کی روایت اوہام کا مجموعہ ہے اس میں اسے پہلے آسمان کے مشاہدات میں بیان کیا گیا ہے۔ (صحیح البخاری، التوحید، باب: ۳۷، حدیث: ۷۵۱۷)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے شریک کی روایت کے جن دس سے زیادہ اوہام کا ذکر کیا ہے، انھی اوہام میں سے ایک وہم نہر کوثر کا ذکر پہلے

آسمان پر کرنا ہے۔ (فتح الباری، ج: ۱۳، ص: ۵۹۳)

بہر حال ان روایات سے اس بات کا اثبات ہوتا ہے کہ کوثر نہر جنت میں ہے اور نبی ﷺ نے معراج کے موقع پر جنت میں اس کا مشاہدہ کیا ہے۔

نبی ﷺ کو روز محشر میدان حشر میں ایک حوض عطا کیا جائے گا جس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید اور اس کی خوشبو کستوری سے زیادہ پاکیزہ اور اس میں رکھے ہوئے آنجورے، آسمان کی تاروں کی طرح ان گنت ہوں گے جو اس سے پانی پی لے گا، کبھی پیسا نہیں ہوگا۔

(صحیح البخاری، الرقاق، باب الحوض، حدیث: ۶۵۷۹)

اس حوض کو بھی حوض کوثر کہا جاتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ حوض جنت میں متصل ایک جانب ہوگا اور اس میں پانی جنت کے اندرون جو نہر کوثر ہے اس سے آئے گا۔

(فتح الباری، ج: ۱، ص: ۵۶۷)

حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے قدموں کی آہٹ سننا:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جس رات نبی ﷺ کو معراج کرائی گئی اور آپ جنت میں گئے تو جنت کی ایک جانب سے آپ نے قدموں کی آہٹ سنی۔ آپ نے پوچھا: ”جبریل! یہ کیا ہے؟“ جبریل علیہ السلام نے کہا: ”یہ بلال مؤذن کی آواز ہے۔“ تو نبی ﷺ نے واپس آنے کے بعد لوگوں کو بتلایا: ”بلال کامیاب ہو گیا، میں نے اسے (جنت میں) اس طرح دیکھا۔“ (الفتح الربانی لترتیب مسند الامام احمد بن حنبل الشیبانی، ج: ۲۰، ص: ۲۵۴، ۲۵۵، مطبوعہ مصر)

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے لقب ”صدیق“ کی وجہ تسمیہ:

نبی ﷺ نے صبح کو جب یہ بیان کیا کہ وہ رات کو اس طرح مسجد اقصیٰ گئے اور وہاں سے آسمانوں پر گئے تو بہت سے لوگوں نے اس پر یقین نہیں کیا حتیٰ کہ بعض نئے نئے ایمان لانے والے بھی یہ واقعہ سن کر ایمان سے پھر گئے، اور دوڑے دوڑے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ

والمعراج للألبانی، ص: ۵۷)
حجامت (سینگی لگوانے) کی اہمیت:

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے شب معراج کی بابت فرمایا:

((مَا مَرَرْتُ لَيْلَةً أُسْرِيَ بِى بِمَلَأٍ، إِلَّا قَالُوا: يَا مُحَمَّدُ! مَرَّ أَمْتُكَ بِالْحِجَامَةِ.)) (سنن ابن ماجہ،

الطب، باب الحجامۃ، حدیث: ۳۴۷۹ والصحیحة

للألبانی، حدیث: ۲۲۶۳)

”میں معراج کی رات فرشتوں کے جس گروہ کے پاس سے بھی گزرتا وہ یہی کہتا: اے محمد (ﷺ)! اپنی امت کو سینگی لگانے کا حکم دیں۔

سینگی لگانے کو پچھنے لگانا بھی کہتے ہیں۔ جس کا مطلب نشر یا استرے سے جسم کو گود کر جسم سے خون نکالنا ہے۔ (نور اللغات)

یہ ایک طریقہ علاج ہے جس سے فاسد خون نکل جاتا ہے اور فاسد خون کے نکل جانے سے انسان صحت یاب ہو جاتا ہے۔ یہ بہت کامیاب طریقہ علاج تھا۔ لیکن یونانی حکمت اور طریقہ علاج کے زوال پذیر ہونے کے ساتھ ہی یہ طریقہ علاج بھی تقریباً متروک ہو گیا ہے۔ نبی ﷺ کے زمانے میں بھی یہ طریقہ علاج رائج تھا اور آپ نے خود بھی کئی مرتبہ سینگی لگوائی ہے۔ جس کو عربی میں ”حجامت“ کہتے ہیں۔

اس حدیث معراج سے بھی اس طریقہ علاج کی اہمیت و فضیلت کا اثبات ہوتا ہے۔

حضرت جبریل علیہ السلام کا ایک اور منظر:

یہ تو پہلے گزر چکا ہے کہ نبی ﷺ نے حضرت جبریل علیہ السلام کو ان کی اصلی شکل میں دو مرتبہ دیکھا ہے۔ ان میں سے ایک موقع شب معراج کا ہے جس میں آپ نے جبریل کو سبز رنگ کے ریشمی لباس میں دیکھا جس نے آسمانی افق (کناروں) کو بھر دیا تھا۔ (صحیح البخاری، تفسیر سورة النجم، حدیث: ۴۸۵۸)

کے پاس گئے اور کہا: تم نے سنا، تمہارے ساتھی (پیغمبر ﷺ) نے دعویٰ کیا ہے کہ وہ آج کی رات بیت المقدس کی سیر کر کے آئے ہیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: کیا انھوں نے ایسا کہا ہے؟ انھوں نے کہا: ہاں، تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: اگر انھوں نے کہا ہے تو واقعی سچ ہی ہوگا۔ لوگوں نے کہا: کیا تم اس بات کی تصدیق کرتے ہو کہ وہ رات کو بیت المقدس گئے اور صبح ہونے سے پہلے ہی واپس بھی آ گئے؟ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: ہاں، میں تو ان کی اس سے بھی زیادہ بڑی باتوں کی تصدیق کرتا ہوں۔ میں تو ان کی صبح وشام ان باتوں کی تصدیق کرتا ہوں جو آسمان سے ان کے پاس آتی ہیں، چنانچہ اسی وجہ سے ابوبکر کا نام الصدیق رکھ دیا گیا۔

(الصحیحة للألبانی: ۶۱۵/۲، رقم الحدیث: ۳۰۶)

مشاطہ فرعون کا حسن انجام:

مشاطہ کے معنی ہیں، بالوں کو بنانے سنوارنے والی، بالوں میں کنگھی پھیرنے والی فرعون نے اپنے اہل خانہ کی خدمت کے لیے مشاطہ (جسے آج کل کی اصطلاح میں بیوٹی پارلر کہا جاسکتا ہے) رکھی ہوئی تھی۔ یہ فرعون کو نہیں بلکہ اللہ کو رب ماننے والی تھی۔ یہ ایک مرتبہ فرعون کی بیٹی کے بالوں میں کنگھی پھیر رہی تھی کہ اس کے ہاتھ سے کنگھی گر گئی تو اس کے منہ سے بے ساختہ یہ الفاظ نکل گئے ”فرعون ہلاک ہو۔“ تو بیٹی نے یہ بات اپنے باپ فرعون کو بتلا دی جس پر اس نے اسے قتل کروادیا۔

نبی ﷺ نے فرمایا:

”معراج کی رات میں نے ایک بڑی پاکیزہ خوشبو محسوس کی تو میں نے پوچھا: جبریل! یہ خوشبو کیا ہے؟“ جبریل علیہ السلام نے کہا: ”یہ مشاطہ، اس کا خاوند اور اس کی بیٹی ہے۔“

(الاسراء والمعراج للألبانی، ص: ۵۶)

شیخ البانی رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ یہ روایت سنداً ضعیف ہے لیکن اس کا ایک اور شاہد ہے جس سے اسے تقویت مل جاتی ہے۔ (الاسراء

مُرْ أَمَّتَكَ فَلْيُكْشِرُوا مِنْ غِرَاسِ الْجَنَّةِ، فَإِنَّ تُرْبَتَهَا طَيِّبَةٌ، وَأَرْضُهَا وَاسِعَةٌ، قَالَ: وَمَا غِرَاسُ الْجَنَّةِ؟ قَالَ: لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ.))

(مسند احمد: ۵/۴۱۸)

”اپنی امت سے کہیں کہ وہ جنت میں خوب کاشت کاری کریں، اس لیے کہ اس کی مٹی بڑی عمدہ ہے اور اس کی زمین فراخ ہے۔ نبی ﷺ نے پوچھا: ”جنت کی کاشت کاری کیا ہے؟“ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: [لا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ]۔“

مذکورہ دونوں روایتوں کو شیخ البانی رحمہ اللہ نے شواہد کی بنیاد پر صحیح قرار دیا ہے۔ (الصحيحه، ج: ۱، ص: ۱۶۵، ۱۶۶، حدیث: ۱۰۵ و الإسراء والمعراج، ص: ۹۹-۱۰۷)



مولانا حبیب الرحمن اسد کو قتل کر دیا گیا

مولانا حبیب الرحمن اسد (خطیب مسجد محمدی اہل حدیث چوئیاں روڈ پتوکی) کو چند نامعلوم افراد نے فائرنگ کر کے ۹ جولائی ۲۰۱۱ء کو قتل کر دیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

مرحوم دارالحدیث اوکاڑا سے فیض یافتہ اور ایک اچھے خطیب تھے۔ مرحوم کی نماز جنازہ مولانا محمد حنیف نے پڑھائی اور انھیں ان کے گاؤں چک 4-1 ایل رینالہ خورد میں سپرد خاک کیا گیا۔ پس ماندگان میں بوڑھے والدین کے علاوہ بیوہ اور تین چھوٹے بچے سوگوار چھوڑے ہیں۔

اراکین دارالحدیث اوکاڑا نے مرحوم کے گھر جا کر ان کے والد ماسٹر اللہ دتہ سے تعزیت کا اظہار کیا۔

قارئین الاعتصام مرحوم کی مغفرت اور بلندی درجات کے لیے دعا فرمائیں۔ جزاکم اللہ

(عبداللہ یوسف، ناظم دارالحدیث اوکاڑا)

لیکن اسی معراج کے موقع پر اللہ کے نبی ﷺ نے حضرت جبریل علیہ السلام کا ایک اور منظر بھی ملاحظہ فرمایا اور یہ وہ منظر تھا جب جبریل علیہ السلام پر اللہ کی خشیت طاری تھی اسی خشیت الہی نے انھیں ایسے کر دیا تھا جیسے پرانا بوسیدہ ٹاٹ ہوتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

((مَرَرْتُ بِجِبْرِيلَ لَيْلَةً أُسْرِيَ بِي بِالْمَلَاءِ الْأَعْلَى، وَهُوَ كَالْجَلْسِ الْبَالِي مِنْ خَشْيَةِ اللَّهِ عَزَّوَجَلَّ.)) (الصحيحه: ۵/۳۶۲، حدیث: ۲۲۸۹)

”میں شب معراج کو ملّا اعلیٰ (فرشتوں کی مجلس) میں جبریل علیہ السلام کے پاس سے گزرا تو وہ اللہ عزوجل کے خوف سے ایسے تھے جیسے پرانا بوسیدہ ٹاٹ ہوتا ہے۔“

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا امت محمدیہ کے نام خصوصی پیغام:

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((لَقِيتُ إِبْرَاهِيمَ لَيْلَةَ أُسْرِيَ بِي فَقَالَ: يَا مُحَمَّدُ! أَقْرِءْ أُمَّتَكَ مِنِّي السَّلَامَ وَأَخْبِرْهُمْ أَنَّ الْجَنَّةَ طَيِّبَةٌ التُّرْبَةُ عَذْبَةُ الْمَاءِ، وَأَنَّهَا فَيْعَانٌ، وَأَنَّ غِرَاسَهَا سُبْحَانَ اللَّهِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ.)) (جامع الترمذی، الدعوات، باب أن غراس الجنة.....، حدیث: ۳۴۶۲)

”شب معراج کو میری ملاقات حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ہوئی تو انھوں نے کہا: اے محمد (ﷺ)! اپنی امت کو میری طرف سے سلام کہیے اور ان کو بتلائیے کہ جنت کی مٹی بڑی عمدہ ہے، پانی میٹھا ہے، لیکن وہ چٹیل میدان ہے (اس میں کاشت کرنے کی ضرورت ہے) اس کی کاشت کاری: [سُبْحَانَ اللَّهِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ] ہے۔“

لا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ کی فضیلت:

ایک دوسری روایت میں ہے، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے نبی ﷺ سے فرمایا:

مولانا عبدالحمید ہزاروی

محمد اسحاق بھٹی

آباد اور تنہا گلی کے درمیان ایک مقام ”نملی میر“ میں سکونت پذیر ہو گئے۔

ترکوں نے تو وہیں مستقل طور سے رہائش اختیار کر لی اور ان کی آل اولاد ارب بھی وہیں ہے اور وہ جگہ ان کا اصل ٹھکانا قرار پا گئی ہے، لیکن میاں حیات نے وہاں رہنا مناسب نہ سمجھا۔ وہ کسی اور محفوظ مقام کی تلاش میں نکل کھڑے ہوئے۔ مختلف علاقوں کے چکر لگاتے ہوئے، بالآخر کالا باغ کے نیچے انتہائی گہرائی میں دو پہاڑوں کے درمیان ایک جگہ میں جا بسیرا کیا۔ وہاں آمدورفت کے ذرائع اب بھی بہت مشکل ہیں، آج سے ڈیڑھ سو سال قبل تو معلوم نہیں کس قدر دشوار ہوں گے۔ میاں حیات نے پوری زندگی یہیں دو پہاڑوں کے دامن میں گزار دی۔

میاں حیات کی اولاد چار بیٹے تھے۔ بڑے بیٹے کا نام امام الدین تھا۔ یہ بزرگ مولانا عبدالحمید ہزاروی کے دادا تھے۔ چھوٹے بیٹے کا نام عبدالرحیم تھا۔ دو بیٹے سرحد پار کی جماعت مجاہدین میں شامل ہو گئے تھے۔ یہ وہی جماعت ہے جسے مولانا اسماعیل شہید دہلوی اور سید احمد شہید کی جماعت کہا جاتا ہے۔ یہ جماعت آزادی برصغیر اور قیام پاکستان تک انگریزی حکومت کے ساتھ برسرِ پیکار رہی۔

میاں حیات کی وفات کے بعد ان کے بیٹے امام الدین اپنے اہل وعیال سمیت ایک گاؤں ”کول بالا“ چلے گئے تھے۔ امام الدین کی اولاد ایک بیٹا تھا اور ایک بیٹی۔ بیٹے کا نام عبدالحق تھا۔ یہ مولانا عبدالحمید ہزاروی کے والد گرامی تھے۔

امام الدین علوم دینیہ سے بہرہ ور تھے اور ان کے بیٹے عبدالحق بھی عالم دین تھے۔ ان باپ بیٹے کا اس ماحول کے مطابق اچھا خاصا

مولانا عبدالحمید ہزاروی کے جس نسب نامے کا پتا چلا ہے، وہ یہ ہے: عبدالحمید بن عبدالحق بن امام الدین بن میاں حیات۔ اس نسب نامے کی رو سے ان کے پڑدادا کا نام میاں حیات تھا۔ میاں حیات دراصل دہلی کے رہنے والے تھے۔ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے زمانے میں جب مغل حکومت ختم ہو گئی اور دہلی شہر انگریزوں کے قبضے میں آیا تو دوسرے بہت سے لوگوں کی طرح انگریزی حکومت نے میاں حیات کو گرفتار کر لیا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ حیات مغل دور میں کسی اہم سرکاری عہدے پر فائز رہے تھے اور ان کا شمار آخری مغل حکمران بہادر شاہ ظفر کے قریبی مصاحبوں میں ہوتا تھا۔ انگریزوں کا خیال یہ تھا کہ ان کے خلاف جو بغاوت ہوئی اور جنگ وجدال کا سلسلہ شروع ہوا، اس کی تفصیلات کا میاں حیات کو علم ہے۔ اس کی تہ تک پہنچنے کے لے انھیں دس مرتبے زمین دینے کا وعدہ کیا گیا۔ اس کے علاوہ بھی کچھ مراعات کی پیش کش کی گئی۔

یہ نہایت نازک وقت تھا۔ ایک طرف بہت بڑی پیش کش کی تھی اور دوسری طرف سخت سزا کا اندیشہ تھا۔ اب میاں حیات نے دہلی سے نکلنے کا منصوبہ بنایا، جس میں وہ کامیاب ہوئے اور ادھر ادھر کے چکر لگاتے ہوئے، کسی طرح راولپنڈی پہنچ گئے۔ کچھ عرصہ وہاں رہے، پھر اس سے چند میل آگے ٹیکسلا کا قصد کیا۔ پورے ہندوستان پر انگریزوں کا قبضہ ہو گیا تھا اور مشکوک لوگوں کو گرفتار کیا جاتا تھا۔

میاں حیات کے نزدیک راولپنڈی کی بہ نسبت ٹیکسلا محفوظ جگہ تھی۔ ٹیکسلا میں کچھ اور لوگ بھی آ گئے تھے جو اس زمانے کی ترک حکومت کے باغی تھے۔ اب ان سب نے مشورہ کر کے کسی زیادہ محفوظ مقام پر جانے کا فیصلہ کیا۔ چنانچہ یہ لوگ ٹیکسلا سے نکلے اور ایبٹ

ناظرہ قرآن مجید کے دس پارے اور نماز پڑھنے کا طریقہ اور اس کی دعائیں۔

مدرسے کے نصاب اور طریق تعلیم کے مطابق انھیں پہلی جماعت میں داخل کیا گیا۔ پہلی جماعت کی کتابیں تھیں، علم صرف کی صرف بہائی، صرف میر اور ابواب الصرف، اور علم نحو کی نحو میر۔ عجیب بات یہ ہے کہ یہ تو معمولی اردو پڑھنا بھی نہیں جانتے تھے، لیکن یہاں فارسی اور عربی کتابیں پڑھنے کا معاملہ درپیش تھا۔ اپنے تمام ہم جماعت لڑکوں سے کم علم تھے۔ لیکن خوب محنت کی، لکھنے کا طریقہ بھی سیکھا، اردو بھی پڑھنے لگے اور سالانہ امتحان میں ان لڑکوں کے برابر بلکہ بعض سے آگے رہے جو ان سے چند مہینے پہلے سے یہ کتاب پڑھ رہے تھے۔

پہلی جماعت کی کتابیں مولانا محمد صادق خلیل سے پڑھیں۔ اس زمانے میں مولانا محمد اسحاق چیمہ بھی وہاں پڑھاتے تھے، ان سے فصول اکبری اور بعض دیگر علوم و فنون کی کتابیں پڑھنے کا موقع ملا۔ پیر محمد یعقوب جہلمی سے جامع ترمذی کا درس لیا اور مولانا محمد عطاء اللہ حنیف بھوجپانی کچھ مہینے ۱۹۴۶ء کے اور کچھ مہینے ۱۹۴۷ء کے وہاں مدرس رہے تھے، ان سے سنن نسائی پڑھی۔ مولانا محمد یعقوب ملہوی سے صحیح مسلم اور مولانا حافظ عبداللہ بڈھیالوی سے سنن ابی داؤد اور صحیح بخاری کی تکمیل کی۔ ان کے یہ تمام اساتذہ کرام سفر آخرت اختیار کر چکے ہیں۔ صوفی عبداللہ اور مولوی محمد دین مجاہد بھی یہ دنیا چھوڑ گئے ہیں۔ رحمہم اللہ تعالیٰ

مولانا عبدالحمید ہزاروی ۱۹۴۴ء میں اوڈاں والا گئے تھے اور چھ سال وہاں طالب علم کی حیثیت سے رہے۔ ۱۹۵۰ء میں اس دارالعلوم سے سند فراغت لی۔ ان کا شمار اس دارالعلوم کے ذہین اور محنتی طلباء میں ہوتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ دارالعلوم کے مہتمم صوفی عبداللہ صاحب ان پر بڑی شفقت فرماتے تھے اور انھوں نے دارالعلوم کے طلباء کی انتظامی ذمہ داریاں بھی ان کے سپرد کر دی تھیں۔ طلباء بھی ان کا احترام کرتے تھے اور اساتذہ بھی ان کی قابلیت کے معترف تھے۔

کتب خانہ بھی تھا۔

مولانا عبدالحمید موضع مکول بالا نزد کالا باغ انتھیا گلی علاقہ گلیات میں ۱۹۳۴ء میں پیدا ہوئے۔ پیدائش سے چھ سال بعد ۱۹۴۰ء میں ان کے دادا امام الدین فوت ہو گئے اور نو سال کی عمر کو پہنچے تو ۱۹۴۳ء میں والد مکرم (عبدالحق) بھی وفات پا گئے۔

عبدالحق کی اولاد چار بیٹے تھے اور تین بیٹیاں۔ باپ کی وفات کے وقت یہ ساتوں بیٹے بیٹیاں کم عمر تھے۔ بیٹوں کے نام بالترتیب یہ ہیں: عبدالعزیز، عبدالحمید، عبدالمجید اور عبدالقیوم۔ گاؤں میں کوئی سرکاری سکول نہ تھا۔ تمام بہن بھائیوں نے بالکل ابتدائی عمر میں اپنے والد ہی سے ابتدائی تعلیم حاصل کی۔ عبدالحمید نے صرف دس پارے ناظرہ قرآن مجید پڑھا اور نماز پڑھنے کا طریقہ سیکھا اور نماز میں جو کچھ پڑھا جاتا ہے، وہ یاد کیا۔ بعد ازاں بڑے بھائی عبدالعزیز اور چھوٹے بھائی عبدالمجید نے دینی تعلیم حاصل کی۔

اب دیکھتے ہیں کہ عبدالحمید کے دل میں تحصیل علم کا جذبہ کیوں ابھرا اور کب ابھرا.....؟

جیسا کہ ابھی عرض کیا گیا، ان کے باپ اور دادا عالم تھے اور ان کی جو تھوڑی بہت کتابیں الماریوں میں پڑی تھیں، وہ ہر وقت ان کی آنکھوں کے سامنے رہتی تھیں اور انھیں دیکھ کر یہ خیال پیدا ہوتا تھا کہ ان کو پڑھنے والے باپ بیٹا تو اس دنیا سے رخصت ہو گئے، اب ان کا کیا مصروف ہے اور انھیں کون پڑھے گا.....؟

اس جذبے نے دل میں شدت سے کروٹ لی تو حصول علم کا عزم کیا۔ حسن اتفاق سے اس وقت ان کے گاؤں میں مولوی محمد دین مجاہد خطابت و امامت کا فریضہ انجام دیتے تھے اور صوفی عبداللہ مرحوم و مغفور (بانی دارالعلوم اوڈاں والا اور جامعہ تعلیم الاسلام ماموں کانجن) کے ارادت مند تھے۔ عبدالحمید نے ان سے بات کی تو وہ انھیں صوفی صاحب کی خدمت میں اوڈاں والا (ضلع فیصل آباد) لے گئے اور اس مدرسے میں داخل کرا دیے گئے۔ یہ ۱۹۴۴ء کی بات ہے۔ اس وقت عبدالحمید کی عمر گیارہ بارہ سال کی ہوگی۔ تعلیم ان کی بس یہی تھی،

تعلیم مکمل کرنے کے بعد صوفی صاحب نے اسی دارالعلوم کے لیے ان کی تدریسی خدمات حاصل کر لی تھیں۔ صوفی صاحب بڑے مردم شناس تھے۔ وہ اپنے دارالعلوم کے طلباء اور اساتذہ کی صلاحیتوں سے خوب آگاہ تھے۔ اگر کوئی طالب علم تدریس کے قابل ہوتا تو فارغ التحصیل ہونے کے بعد وہ انھیں وہیں مدرس مقرر کر لیتے۔ چنانچہ مولانا عبدالحمید ہزاروی کا بھی یہ طور مدرس یہیں تقرر کر لیا گیا، لیکن انھوں نے وہاں صرف ایک سال تدریسی خدمت سرانجام دی، جس میں کچھ عرصہ ۱۹۵۰ء کا شامل تھا اور کچھ عرصہ ۱۹۵۱ء کا۔ اس کے بعد ان کے وطن علاقہ ہزارہ کے بعض سرکردہ لوگ صوفی صاحب کی خدمت میں پہنچے اور اصرار کرنے لگے کہ انھیں اپنے وطن جانے کی اجازت دی جائے۔ وہاں ان کی زیادہ ضرورت ہے۔ اس علاقے کے ایک مشہور عالم مولانا عبداللہ صاحب جھنگڑوی مرحوم تھے، وہ بھی دیگر حضرات کے ساتھ صوفی صاحب سے ملے۔ ان کے اصرار پر صوفی صاحب نے اجازت دے دی اور مولانا عبدالحمید ہزاروی نے حویلیاں کے قریب جھنگڑا گاؤں کے مدرسے میں تدریس کا سلسلہ شروع کر دیا لیکن یہ مدرسہ کامیاب نہ ہو سکا۔ مولانا ممدوح وہاں صرف ایک سال رہے۔ پھر جھنگڑا سے قریب کے ایک گاؤں ریلوا تشریف لے گئے۔ وہاں کے مدرسے میں وہ تقریباً پانچ سال (۱۹۵۵ء تک) مصروف تدریس رہے۔

ریلا سے گوجراں والا کے مدرسہ محمدیہ میں چلے گئے۔ وہاں جانے کا پس منظر یہ ہے کہ ایک مرتبہ حضرت مولانا محمد اسماعیل سلفی رحمۃ اللہ علیہ نے مولانا عبداللہ مظفر گڑھی سے فرمایا کہ انھیں اپنے مدرسے کے لیے ایک مدرس کی ضرورت ہے۔ انھوں نے بتایا کہ مولانا عبدالحمید ہزاروی لائق مدرس ہیں۔ انھیں گوجراں والا لے جانے کی کوشش کریں۔ اسی اثنا میں حضرت مولانا محمد اسماعیل سلفی کالاباغ کے ایک جلسے میں تشریف لے گئے تو وہاں مولانا عبدالحمید ہزاروی نے ان سے ملاقات کی۔ مولانا سلفی نے ان کو گوجراں والا آنے کی دعوت

دی۔ یہ ۱۹۵۵ء کے آخر کی بات ہے۔ ان کے حکم کے مطابق مولانا عبدالحمید ہزاروی گوجراں والا چلے گئے۔ اس وقت مولانا سلفی طلباء کو تفسیر جامع البیان پڑھا رہے تھے۔ سلام دعا کے بعد مولانا سلفی نے ان سے فرمایا کہ آج ان طلباء نے یہاں تک مجھ سے پڑھا ہے، اس سے آگے آپ پڑھائیں۔ یہ کہہ کر وہ اسی وقت اپنی مسند سے اٹھے اور اس پر مولانا عبدالحمید ہزاروی کو بٹھایا۔ اس طرح مولانا عبدالحمید ہزاروی نے اس مدرسے میں طلباء کو تفسیر جامع البیان پڑھانے سے اپنی تدریس کا آغاز فرمایا۔

اس وقت وہاں طلباء کی تعداد کم تھی اور استاذ دو تھے، ایک مولانا عبداللہ صاحب مرحوم اور دوسرے مولانا عبدالحمید ہزاروی۔ اس کے بعد مولانا عبداللہ صاحب نے اپنا الگ مدرسہ جاری کر لیا اور مدرسہ محمدیہ میں مولانا عبدالحمید ہزاروی اکیلے رہ گئے۔ فروری ۱۹۶۸ء میں حضرت مولانا محمد اسماعیل سلفی وفات پا گئے تو مدرسہ محمدیہ بھی مولانا عبداللہ صاحب مرحوم کی نگرانی میں چلا گیا۔ اب ان دونوں مدرسوں کو ضم کر کے اس کا نام جامعہ محمدیہ رکھ دیا گیا۔

یہ ایک الگ معاملہ ہے۔ قصہ مختصر یہ کہ جامعہ محمدیہ ایک بہت بڑے دارالعلوم کی حیثیت سے طویل مدت سے جی ٹی روڈ پر جاری ہے اور یہ مولانا عبداللہ مرحوم و مغفور کی کوششوں کا نتیجہ ہے۔ اس میں اچھی خاصی تعداد میں طلباء تعلیم حاصل کرتے ہیں اور متعدد اساتذہ ان کو تعلیم دینے کا فریضہ انجام دے رہے ہیں۔ مولانا عبدالحمید ہزاروی ۱۹۵۵ء میں اس درس گاہ سے وابستہ ہوئے، اب تک یعنی پچپن (۵۵) برس سے وہاں باقاعدگی سے پڑھا رہے ہیں اور جامعہ محمدیہ کے منصب شیخ الحدیث پر فائز ہیں۔

مولانا عبدالحمید ہزاروی کے اساتذہ کا ذکر گزشتہ سطور میں آچکا ہے۔ اب ان کے تلامذہ کے متعلق سنیں.....!

مولانا ممدوح ۱۹۵۰ء میں اوڈاں والا سے فارغ التحصیل ہوئے۔ ایک سال انھوں نے دارالعلوم اوڈاں والا میں تدریس کی۔ تقریباً پانچ

کے فرائض بھی انجام دیتے ہیں۔ انھوں نے حضرت مولانا محمد اسماعیل سلفی کی نگرانی میں فتویٰ نویسی کا سلسلہ شروع کیا تھا۔ بعد ازاں حضرت حافظ محمد گوندلوی کی زیر نگرانی فتوے تحریر فرماتے رہے۔ یعنی فتویٰ مولانا عبدالحمد ہزاروی لکھتے تھے اور اسے اپنے دستخط سے جاری حضرت حافظ صاحب فرماتے تھے۔ حضرت حافظ صاحب کی وفات کے بعد خود مولانا عبدالحمد ہزاروی نے بے شمار فتوے تحریر فرمائے۔

۱۹۶۹ء میں مولانا ہزاروی نے گوجراں والا کی ایک مسجد اہل حدیث میں خطبہ جمعہ دینا شروع کیا جواب تک باقاعدگی سے جاری ہے۔

جامعہ محمدیہ کی تدریس کے بعد مولانا ممدوح جامعہ محمدیہ للبنات کنگنی والا میں بچیوں کو دینی تعلیم دیتے ہیں۔ مدرسہ للبنات کھیالی میں بھی وہ بچیوں کو پڑھاتے رہے ہیں۔

مولانا ممدوح کو یہ خصوصیت حاصل ہے کہ انھوں نے ابتدائی جماعت سے آخری جماعت تک ایک ہی مدرسے (یعنی دارالعلوم تعلیم الاسلام اوڈاں والا) میں تعلیم حاصل کی اور گزشتہ پچپن چھپن سال سے ایک ہی دارالعلوم (یعنی جامعہ محمدیہ گوجراں والا) میں طلباء کو تعلیم دے رہے ہیں۔

مولانا عبدالحمد ہزاروی سے متعلق یہ معلومات مجھے حافظ فاروق الرحمن یزدانی کی وساطت سے حاصل ہوئی ہیں۔ وہ جون ۱۹۸۶ء سے مارچ ۱۹۹۳ء تک سات سال ان کے حلقہ درس میں رہے۔ اور پہلی جماعت سے صحیح بخاری تک مروجہ نصاب کی تمام کتابیں ان سے پڑھیں۔ ان کے بقول مولانا ممدوح طلباء کے لیے نہایت شفیق اور بے حد مہربان ہیں۔

وہ نہ کسی طالب علم کو جھڑکتے ہیں، نہ ڈانٹتے ہیں۔ اگر کسی کو کوئی شرارت کرتا یا ادھر ادھر گھومتا پھرتا دیکھتے ہیں تو اس وقت اسے کچھ نہیں کہتے۔ دوسرے دن جب وہ ان کے سامنے پڑھنے کے لیے آتا ہے تو موقع کی مناسبت سے یا تو اسے یہ فرماتے ہیں کہ تم ذہین اور محنتی طالب علم ہو، تمھاری توجہ پڑھنے لکھنے کی طرف رہتی چاہیے۔ یا

سال موضع ریالا کے مدرسے میں مصروف درس و تدریس رہے۔ اس کے بعد گوجراں والا تشریف لے آئے۔ یہ سطور ۱۶۔ جون ۲۰۱۱ء کو لکھی جاری ہیں۔ اس حساب سے اب تک ان کی تدریسی زندگی کم و بیش ساٹھ سال کا سفر طے کر چکی ہے۔ اس اثنا میں ان سے ہزاروں طلباء نے تعلیم حاصل کی جو اللہ کی مہربانی سے مختلف مقامات میں خطابتی اور تدریس خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ ان میں سے کچھ حضرات پاکستان سے باہر بھی بعض ممالک میں تبلیغی فرائض ادا کر رہے ہیں۔ ان کثیر التعداد تلامذہ میں سے چند حضرات کے اسمائے گرامی ذیل میں درج کیے جا رہے ہیں۔

اوڈاں والا میں مولانا محمد علی جانباز (سیالکوٹ) اور مولانا عبدالغفور ناظم آبادی (فیصل آباد) ان کے دائرہ شاگردی میں داخل ہوئے۔ گوجراں والا میں جن حضرات نے ان سے استفادہ کیا، ان میں سے چند حضرات یہ ہیں:

حافظ عبدالمنان نور پوری، پروفیسر ڈاکٹر فضل الہی اسلام آباد، مولانا عبدالعزیز حنیف اسلام آباد، ڈاکٹر حافظ عبدالکریم ناظم اعلیٰ مرکزی جمعیت اہل حدیث، مولانا محمد شریف چنگوانی ناظم مرکز ابن القاسم الاسلامی ملتان، حافظ محمد شریف فیصل آباد، حافظ عبداللہ لکھو و رکشاپ مغل پورہ لاہور، حافظ محمد امین مہتمم دارالعلوم تقویۃ الاسلام اوڈاں والا ضلع فیصل آباد، مولانا ذوالفقار علی الشریعہ کالج اقبال ٹاؤن لاہور، حافظ فاروق الرحمن یزدانی مدرس جامعہ سلفیہ وائڈ میٹر ترجمان الحدیث فیصل آباد، مولانا محمد جاوید سیالکوٹی، مولانا حافظ عبدالغفار روپڑی ناظم جامعہ قدس لاہور، مولانا حافظ عبدالوہاب روپڑی جامعہ قدس لاہور، مولانا عبدالحی عابد شیخ الحدیث جامعہ محمدیہ عام خاص باغ ملتان، حافظ عبدالکریم سابق شیخ الحدیث جامعہ محمدیہ خان پور، حافظ محمد رفیق مدرس عام خاص باغ ملتان۔ ان کے علاوہ بھی بے شمار حضرات نے مولانا ممدوح کے سامنے زانوئے شاگردی تہہ کیے۔

تدریس کے علاوہ مولانا عبدالحمد ہزاروی فتویٰ نویسی اور خطابت

تعالیٰ نے ہم دردی اور نرمی کی خصوصیت سے نوازا ہے۔ پھر علم و عمل کی نعمت عظمیٰ نے بھی انھیں نرمی اور ہم دردی کا خوگر بنا دیا ہے۔

ان کا قافلہ عمر سبعین کی منزل سے پانچ چھ مرحلے آگے نکل گیا ہے، لیکن وہ ماشاء اللہ جوانوں کی طرح طلبا کو درس دیتے اور ہر عمل خیر میں سبقت لے جانے کی کوشش کرتے ہیں۔ ان کا حلیہ یہ ہے: طویل قامت، نکھرا ہوا گندی رنگ، خوش کلام، پیکر متانت، سادہ مگر صاف ستھرے لباس میں ملبوس۔

ہم عاجز بندوں کی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی زندگی میں برکت عطا فرمائے اور وہ اخلاص کے ساتھ کتاب و سنت کی خدمت میں مصروف رہیں۔



خطبہ جمعۃ المبارک

جامع مسجد المنیرہ اہل حدیث مشتاق کالونی قصور میں مولانا حافظ محمد اسماعیل صاحب میر محمدی (مرکز المہدر ادارۃ الاصلاح) ۸ جولائی ۲۰۱۱ء کا خطبہ جمعۃ المبارک ارشاد فرمائیں گے۔

(انتظامیہ جامع المنیرہ اہل حدیث، مشتاق کالونی، قصور)



حافظ اسحاق شاہد کو صدمہ

جامع مسجد اہل حدیث ڈی جی محلہ صدر بازار کے خطیب، دارالعلوم الحمدیہ لکھنؤ ورکشاپس کے مدیر الامتحانات ابو حذیفہ المدنی حافظ اسحاق شاہد کی والدہ ماجدہ یکم جون ۲۰۱۱ء بروز بدھ وفات پا گئیں۔

انا لله وانا اليه راجعون

مرحومہ نیک سیرت، مہمان نواز خاتون تھیں۔

اللہ سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ لواحقین کو صبر جمیل سے نوازے اور مرحومہ کی مغفرت فرمائے، آمین۔

(عبدالرحیم بلتستانی)



اس کے لیے اس قسم کے الفاظ استعمال فرماتے ہیں کہ اگر ادھر ادھر گھومتے رہو گے اور شرارتوں میں وقت ضائع کرو گے تو تعلیم کیسے حاصل کرو گے۔ بے حد نرمی اور شفقت کے باوجود طلبا پر ان کا بڑا رعب ہے۔

صوفی عبداللہ مرحوم و مغفور کا یہ نقطہ نظر تھا کہ جب بھی کوئی طالب علم مدرسے میں داخلے کے لیے آئے، اسے داخل کر لینا چاہیے۔ اگر تعلیمی سال کے آخر میں آئے تو بھی داخلے سے انکار نہ کرو اور یہ نہ کہو کہ آئندہ سال آنا۔ وہ کچھ نہ کچھ تو پڑھے گا اور اسے تھوڑی بہت دین کی سمجھ آئے گی۔ ایسا نہ ہو کہ ہم اسے داخل کرنے سے انکار کر دیں اور وہ غلط کاموں میں مشغول ہو جائے۔ مولانا عبدالحمید ہزاروی بھی حتی الامکان طلبا کو اسی قسم کی رعایتیں دینے کے عادی ہیں۔

شروع سے آخر تک ہر جماعت کی کوئی نہ کوئی کتاب مولانا عبدالحمید ہزاروی پڑھاتے ہیں۔ اس طرح چھوٹے بڑے تمام درجوں کے طلبا پر ان کی نظر رہتی ہے۔ انھیں معلوم ہے کہ کون طالب علم کس قابلیت کا مالک ہے۔ یہ بہت اچھا طریقہ ہے جو مولانا ممدوح نے اختیار فرمایا ہے۔ بالعموم بڑے اساتذہ چھوٹے درجوں کی کتابیں نہیں پڑھاتے، وہ انتہائی جماعتوں کے طلبا کو پڑھاتے ہیں، اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ابتدائی درجوں کے طلبا بڑے اساتذہ کی نگرانی سے محروم رہتے ہیں، لیکن مولانا ممدوح نے جو سلسلہ جاری فرمایا ہے، اس کی وجہ سے تمام طلبا کی قابلیت سے متعلق وہ پورا علم رکھتے ہیں۔

یہاں یہ عرض کر دوں کہ کچھ لوگ تو (اگرچہ وہ کسی علاقے سے تعلق رکھتے ہوں) فطری اور طبعی طور پر نرم دل اور ہم دردِ خلائق ہوتے ہیں، اور کچھ علاقے بھی ایسے ہیں جہاں کے لوگوں کے دلوں میں نرمی پائی جاتی ہے۔ جہاں تک میرا تجربہ ہے ہزارہ کی طرف کے زیادہ تر لوگ نرم خو ہیں۔ اس نواح کے جن حضرات سے میرا تھوڑا یا زیادہ تعلق رہا ہے، میں نے انھیں نرم خو پایا ہے۔ سختی اور تشدد کا مادہ میرے خیال میں ان میں نہیں ہے۔ مولانا عبدالحمید ہزاروی کو بھی اللہ

علم جرح و تعدیل..... ایک تعارف

مس ظلہا

اور اگر یہ جیم کے ضمے کے ساتھ ہو تو یہ دھاری دار چیز یا لوہے سے زخم لگانے کے معنی میں استعمال ہوتا ہے جیسا کہ کہا جاتا ہے: ”اثر فیہ بالسلاح“۔ (لسان العرب: ۲/۳۳۳)
باب (ف) سے اس کا مفہوم ”سب و شتم کرنا“، ”گواہ کی عدالت کو ساقط کرنا“ اور ”زبان سے عیب لگانا“ بیان کیا جاتا ہے مثلاً کہا جاتا ہے:

جرح فلاناً بلسانہ اذا سبہ و شتمہ . (لسان العرب، ۲/۲۳۴؛ القاموس المحيط، ۱/۳۲۸؛ تاج العروس، ۴/۲۴)

اہل زبان اس لفظ کا استعمال گواہ کی گواہی کو مجروح کرنے کے لیے بھی کرتے ہیں جیسا کہ ابن منظور رحمہ اللہ نے لکھا ہے:
ویقال جرح الحاكم الشاهد اذا عثر منه على ما تسقط به عدالته من كذب و غيره .

(لسان العرب، ۲/۲۳۴)

”اور کہا جاتا ہے، حاکم نے شاہد پر جرح کی، جب حاکم گواہ کی ایسی کمزوری پر مطلع ہو جائے جس کی وجہ سے اس کی عدالت گر جائے، مثلاً جھوٹ وغیرہ پر مطلع ہو جائے۔“
علامہ زحشری رحمہ اللہ نے اس لفظ کو فساد کے معنی میں استعمال کیا ہے اور اس کا استدلال انہوں نے عبدالمالک بن مروان کے خطبہ سے کیا ہے۔

قد وعظتکم فلم تزدادوا على الموعظة الا استجراحاً (فساداً) . (الزمخشری: ۱/۳۰۸)

علوم حدیث کی اقسام و انواع بہت زیادہ ہیں۔ متقدمین میں سے حاکم نیشاپوری رحمہ اللہ نے ”معرفة علوم الحديث“ میں بادن، ابن الصلاح رحمہ اللہ نے ”مقدمہ ابن الصلاح“ میں امام نووی رحمہ اللہ نے ”التقریب فن اصول الحديث“ میں اور ابن ملقن رحمہ اللہ نے ”المقتع فی علوم الحديث“ میں پینٹھ اور سیوطی رحمہ اللہ نے ”تدریب الراوی فی شرح تقریب النووی میں ترانوے علوم ذکر کیے ہیں۔

علامہ سیوطی رحمہ اللہ سے ان کی بابت منقول ہے۔

اعلم أن انواع علوم الحديث كثيرة لا تعد .

(تدریب الراوی فی شرح تقریب النووی، ص: ۲۲)

”یعنی علوم حدیث کی انواع بے شمار ہیں، انہیں گنا نہیں جا سکتی۔“

حازمی اس سلسلے میں رقم طراز ہیں:

علم الحديث يشمل على انواع كثيرة تبلغ مائة، كل نوع منها علم مستقل، لو انفق الطالب فيه عمره ما أدرك نهايته . (ایضاً)
ان میں سے ایک اہم علم ”علم جرح و تعدیل“ ہے۔

جرح کا لغوی مفہوم:

”جرح“ جرح یجرح باب (ف) سے مصدر ہے لغوی اعتبار سے اس کے کئی معانی ملتے ہیں۔ مثلاً اگر یہ لفظ باب (س) سے ہو تو اس کا مطلب ہے گواہی کا کمزور ہونا۔ جیسا کہ فیروز آبادی اور زبیدی لکھتے ہیں:

اصابته جراحته و جرحته شهادته .

(القاموس المحيط: ۱/۳۲۸)

”میں نے تمہیں نصیحت کی۔ پس تم نے میری نصیحت پر فساد کیا۔“

جرح کا اصطلاحی مفہوم:

اصطلاحی طور پر جرح سے مراد راوی میں کسی ایسے وصف کا ظاہر ہونا ہے جس سے اس کی عدالت میں نقص اور حفظ و ضبط میں کمزوری ثابت ہو جائے۔ چنانچہ ابن الاثیر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

الجرح وصف متی التحق بالراوی والشاهد سقط الاعتبار بقوله، وبطل العمل به۔

(جامع الاصول فی احادیث الرسول: ۱/۲۶)

”جرح ایک وصف (الزام) ہے جو کسی راوی یا گواہ کو لگ جائے تو اس کے قول کا اعتبار ساقط ہو جاتا ہے اور اس پر عمل کرنا باطل ہو جاتا ہے۔“

عبدالفتاح ابونعدہ نے اس کی وضاحت اس طرح کی ہے:

الجرح هو الغمز فی الراوی بما ینال من عدالته أو ضبطه۔ (لمحات من تاریخ السنة وعلوم الحديث، ص: ۹۳)

”یعنی جرح سے مراد راوی پر اس کی عدالت یا ضبط کے متعلق عیب لگانا ہے۔“

عجاج الخطیب تجرید کا مفہوم بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وصف الراوی بصفات تقتضی تضعیف روايته أو عدم قبولها۔

(اصول الحديث علومه و مصطلحه، ص: ۱۰۳)

”راوی کا ایسی صفات سے متصف ہونا جو اس کی روایت کو ضعیف قرار دینے یا اس کی روایت کو قبول نہ کرنے کا سبب بنیں۔“

تعدیل کا لغوی معنی:

یہ لفظ عدل سے مشتق ہے۔

العدل: ضد الجور: ما قام فی النفوس انه مستقیم۔ (لسان العرب، ۹/۸۳؛ تاج العروس، ۱۵/۴۷۱؛ القاموس المحيط، ۲/۱۳۶۱)

عدل کی ضد ظلم ہے۔

”یعنی وہ بات جو دل میں قرار پائے، وہ مستقیم ہے۔“

کسی چیز کو اس کے صحیح مقام پر رکھنے کو بھی تعدیل کہا جاتا ہے:

التعدیل: التسوية: وتقويم الشيء وموازنته بغيره۔ (لسان العرب: ۱۱/۳۲)

”برابری: کسی چیز کو درست کرنا اور اس کا دوسری چیز کے ساتھ موازنہ کرنا۔“

صحیح اور برحق فیصلہ کرنے کو بھی عدل کہتے ہیں۔

عدل الحاكم فی الحكم بالحق۔

(لسان العرب، ۹/۸۳؛ تاج العروس، ۱۵/۴۷۱)

حاکم کا فیصلے میں حق کے ساتھ انصاف کرنا۔

تعدیل کا اصطلاحی مفہوم:

اصطلاحی اعتبار سے تعدیل سے مراد راوی کو ”عدالت“ اور ”ضبط“ کے اوصاف سے متصف قرار دینا ہے۔

عبدالفتاح ابونعدہ لکھتے ہیں:

هو الحكم على الراوی بانه عدل ضابط۔

(لمحات من تاریخ السنة وعلوم الحديث، ص: ۹۳)

وہ راوی پر حکم لگانا ہے کہ وہ عادل اور ضابط ہے۔

امام حاکم رحمہ اللہ راوی کے وصف عدالت سے متعلق لکھتے ہیں:

واصل عدالة المحدث ان يكون مسلماً لا يدعو الى بدعة ولا يعلن من أنواع المعاصی ما تسقط به عدالته۔

(معرفة علوم الحديث، ص: ۴۳)

”اور محدث کی عدالت میں اصل یہ ہے کہ وہ مسلمان ہو،

بدعت کی طرف دعوت نہ دیتا ہوا اور نہ ایسے گناہوں میں مبتلا ہو جن سے اس کی عدالت ساقط ہو جائے۔“
علم جرح و تعدیل کی تعریف:

طاش کبریٰ اس علم کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:
هو علمٌ يبحث فيه عن كيفية اتصال الاحاديث بالرسول عليه الصلوة والسلام من حيث احوال رواته ضبطاً وعدالةً من حيث كيفية السند اتصالاً او انقطاعاً وغير ذلك من احوال التي يعرفها نقاد الاحاديث .

(مفتاح السعادة و مصباح للسيادة : ۱/۳۹۷)

”یہ وہ علم ہے جس میں احادیث کے نبی ﷺ تک پہنچنے کی کیفیت سے اس حیثیت سے بحث ہو کہ نقل کرنے والوں کے احوال بیان ہوں کہ وہ عادل اور حافظ ہیں نیز اس اعتبار سے بھی کہ سند متصل ہے یا منقطع اور اس کے علاوہ دیگر ایسے احوال سے بحث ہو جنہیں احادیث کے نقاد جانتے ہیں۔“
ابن ابی حاتم رحمہ اللہ سے سوال کیا گیا کہ جرح و تعدیل کیا ہے تو انہوں نے جواب میں فرمایا:

اظهر احوال اهل العلم من كان ثقة او غير ثقة . (الخطيب البغدادي، ص: ۸۲)
”ثقاہت یا عدم ثقاہت کی رو سے اہل علم کے واضح ترین حالات۔“

نواب صدیق حسن قنوجی رحمہ اللہ نے فن جرح و تعدیل کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے:

هو علم يبحث فيه عن جرح الرواة وتعديلهم بالفاظ مخصوصة وعن مراتب تلك الالفاظ . (ابجد العلوم: ۲/۱۷۹؛ مقدمه تحفة الاخوذی بشرح جامع الترمذی: ۱۱/۴۱)

”یہ وہ علم ہے جس میں راویوں کی جرح و تعدیل کے بارے میں مخصوص الفاظ کے ساتھ اور ان الفاظ کے مراتب سے متعلق بحث کی جاتی ہے۔“

عجاج الخطیب اس کی وضاحت یوں کرتے ہیں:
فهو علم يبحث في احوال الراوة من حيث قبول رواياتهم او ردّها . (اصول الحديث علومه و مصطلحه، ص: ۳۶۱)

اس علم میں راویوں کے حالات کے بارے میں ان کی روایات کی قبولیت یا تردید کے متعلق بحث کی جاتی ہے۔
جرح و تعدیل کی اصل و بنیاد:

سورة الحجرات کی آیت مبارکہ کو اس علم کی اصل قرار دیا جاتا ہے۔
﴿يا ايها الذين امنوا ان جاءكم فاسق بنبأ فتبينوا﴾

(۴۹: ۲۱)

”اے اہل ایمان! اگر تمہارے پاس فاسق آدمی خبر لائے تو اس کی خوب تحقیق کرلو۔“

یہ آیت اگرچہ ایک خاص واقعہ پر نازل ہوئی مگر اس میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو یہ اصولی ہدایت دی ہے کہ جب کوئی اہمیت رکھنے والی خبر جس پر کوئی بڑا نتیجہ مرتب ہوتا ہو، تمہیں ملے تو اس کو قبول کرنے سے پہلے یہ دیکھ لو کہ خبر لانے والا کیسا آدمی ہے۔ اگر وہ فاسق ہو یعنی جس کا ظاہر حال یہ بتا رہا ہو کہ اس کی بات اعتماد کے لائق نہیں ہے تو اس کی دی ہوئی خبر پر عمل کرنے سے پہلے تحقیق کرلو، بلکہ مستقل طور پر تحقیق و تفتیش کا رویہ اپنالو۔

امام مسلم رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

ان خبر الفاسق ساقط غير مقبول .

(مقدمه صحيح مسلم: ۱/۹)

فاسق کی خبر ساقط ہے غیر مقبول ہے۔

اس آیت مبارکہ میں بظاہر صرف فاسق کی چھان بین کا حکم ہے لیکن اگر ہم جائزہ لیں تو یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ کسی شخص کے فاسق

ہونے کا علم صرف اسی صورت میں ہو سکتا ہے جب ہمیں اس کے حالات زندگی، شب و روز اور اس کی اچھائی و برائی سے واقفیت حاصل ہو۔

نبی ﷺ نے بھی اپنے ارشادات میں اس بات کی تاکید کی ہے کہ خبر اور خبر کی صحت و ثقاہت کا اہتمام ضروری ہے۔ چناں چہ ارشاد ہے:

كفى بالمرء اثماً أن يكون يحدث بكل ما

سمع . (سنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب التشديد في

الكذب: ۹۹۲)

”کسی انسان کے لیے یہ گناہ کافی ہے کہ وہ ہر سنی بات کو آگے بیان کرے۔“

چناں چہ یہی نصوص اس علم کی اصل بنیاد میں کارفرما ہیں۔ اس محققانہ رویے اور جانچ پرکھ کی اہمیت اس وقت دو چند ہو جاتی ہے جب کسی خبر کی خبر کا تعلق شریعت و دین کی اساس اور اصل سے ہو اور معاملہ دنیاوی امور کی بجائے نظریاتی و فکری بحران اور انتشار پر منتج ہو رہا ہو اور یہی بات اس علم کے جواز، اہمیت اور ضرورت پر بھی دلالت کرتی ہے۔

جرح و تعدیل قرآن میں:

اس دلالت کے علاوہ جرح و تعدیل خود آیات قرآنیہ میں موجود ہے جیسا کہ قرآن مجید میں مختلف مقامات پر صحابہ کرام کی تعدیل اور توثیق کی گئی ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَالسَّابِقُونَ السَّابِقُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُمْ بِإِحْسَانٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ﴾

(التوبة: ۱۰۰)

بہت سی آیات میں خدا کے پسندیدہ لوگوں کے اوصاف کا ذکر ہے۔ جیسے:

﴿أُولَئِكَ هُمُ الصَّادِقُونَ﴾ (الحجرات، ۴۹: ۱۵)

﴿أُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ﴾ (الحشر، ۵۹: ۹)

﴿أُولَئِكَ هُمُ الْفَائِزُونَ﴾ (الحشر، ۵۹: ۲۰)

﴿الصَّابِرِينَ وَالصَّادِقِينَ وَالْفُرَاتِينَ وَالْمُنْفِقِينَ

وَالْمُسْتَغْفِرِينَ بِالْأَسْحَارِ﴾ (آل عمران، ۱۷: ۳) اور

﴿أُولَئِكَ الَّذِينَ صَدَقُوا وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ﴾

(البقرہ، ۲: ۱۷۷)

اس طرح تعدیل کے ساتھ جرح ملتی ہے جیسے لوگوں کے عیوب کا بیان کیا گیا ہے۔

﴿أُولَئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ﴾ (النور، ۲۴: ۴۰؛ الحشر

۵۹: ۱۹) ﴿أُولَئِكَ هُمُ الْغَافِلُونَ﴾ (الاعراف، ۷: ۱۷۸)

﴿فَأُولَئِكَ هُمُ الْخَاسِرُونَ﴾ (الاعراف، ۷: ۱۷۸، ۱۷۹)

﴿وَهُمْ مُشْرِكُونَ﴾ (یوسف، ۱۲: ۱۰۸) اور ﴿وَلَكِنْ لَا

يَشْعُرُونَ﴾ (البقرہ، ۲: ۱۲) وغیرہ۔

جرح و تعدیل احادیث میں:

قرآن کے علاوہ سنت میں بھی اس کی مثالیں موجود ہیں اور اس ضمن میں علماء نے بہت سارے ایسے واقعات بیان کیے ہیں جن میں نبی ﷺ خود جرح و تعدیل فرماتے تھے۔

فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے نبی ﷺ سے عرض کیا کہ:

”اے رسول اللہ! بوجہم رضی اللہ عنہ اور معاویہ رضی اللہ عنہ دونوں نے نکاح

کا پیغام بھجوایا ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا ابوجہم رضی اللہ عنہ مارنے

والا ہے اور معاویہ رضی اللہ عنہ مفلوک الحال ہے۔“ (صحیح

مسلم، کتاب الطلاق، باب المطلقة البائن لا نفقة لها:

(۳۶۹۷)

اسی طرح حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ایک آدمی پر جرح کرتے ہوئے آپ ﷺ نے فرمایا:

بئس اخو العشيرة وبئس ابن العشيرة . (صحیح

البخاری، کتاب الادب، باب لم يكن النبي فاحشا ولا

وأبعدها أثرا، اذبه يتميز الصحيح من
السقيم، والمقبول من المردود. (اصول
الحديث علومه ومصطلحه، ص: ۲۶۱؛ المختصر الوجيز،
ص: ۱۰۳)

”اور یہ علوم حدیث میں سے اہم ترین علم ہے، شان و مرتبہ
کے لحاظ سے سب سے عظیم ہے اور سب سے زیادہ دیرپا اثر
رکھنے والا ہے، اسی علم کے ذریعے صحیح احادیث کی ضعیف
سے اور مقبول کی مردود سے پہچان و تمیز کی جاتی ہے۔“
اسی پہلو کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کتاب ”الکامل فی
ضعفاء الرجال“ کا مقدمہ نگاریوں رقم طراز ہے:

هذا هو ميزان الرجال، وهو ميزان توزن به
معادتهم، فيتميز الذهب من النحاس والفضة
من الرصاص، وهذا الفن هو عماد السنة: اذ
به يتميز الصحيح من السقيم وبه ينكشف
حال الضعفاء والكذابين من الرواة واقامة
النكير عليهم صيانة للدين، وهو امر واجب
على المسلمين. (ابن عدي، الكامل في ضعفاء
الرجال، ۳/۱۰)

”یہ رجال کو پرکھنے کا ایک میزان ہے اس کے ذریعے سے
ان کے معادن کی جانچ پرکھ کی جاتی ہے، پس سونے چاندی
کی کھوٹے سکوں سے تمیز کی جاتی ہے اور یہ فن سنت کا قائم
کرنے والا ہے۔ اسی کے ساتھ صحیح احادیث کو سقیم سے الگ
کیا جاتا ہے اور ضعیف اور کذاب راویوں کے حالات سے
آگاہی بھی اسی کے ذریعہ حاصل ہوتی ہے اور ان پر دین کی
غرض سے ان کی احادیث نہ لینے کا حکم لگایا جاتا ہے اور یہ
(دین کی حفاظت) تمام مسلمانوں پر واجب ہے۔“
اس علم کی ضرورت و اہمیت اس بات سے بھی عیاں ہے کہ امام
نووی رحمہ اللہ نے اس پر ایک باب باندھا ہے۔

(متفاحشا: ۶۰۳۲)

”قبیلے کا بُرا بھائی یا قبیلے کا بُرا بیٹا ہے۔“

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی تعدیل کرتے ہوئے فرمایا:

ان عبد الله رجل صالح. (صحيح البخاري، كتاب
فضائل اصحاب النبي، باب مناقب عبد الله بن عمر بن
الخطاب رضي الله عنهما: ۳۷۴۰، ۳۷۴۱)

”عبداللہ ایک نیک آدمی ہے۔“

پھر آپ ﷺ کا یہ فرمانا:

خير الناس قرني ثم الذين يلونهم ثم الذين

يلونهم. (صحيح البخاري، كتاب الرقاق، باب ما يحذر

من زهرة الدنيا والتنافس فيها: ۲۴۲۹)

بھی تعدیل کی ایک مثال ہے۔

اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے لوگوں کے فائدے
اور منفعت کو ملحوظ رکھتے ہوئے ان پر دوسروں کے عیوب ظاہر کیے اور
ان کی تشہیں بھی فرمائی۔

ضرورت و اہمیت:

قرآن و حدیث کی فراہم کردہ اس اساس کی وجہ سے علم حدیث
میں رجال کی جانچ پرکھ انتہائی اہمیت کی حامل ہے۔ کیونکہ جب تک
رواۃ کو عدالت و ضبط کے اعتبار سے جرح و تعدیل کی کڑی آزمائش
اور اس کے ترازو پر تولانہیں جاتا اس وقت تک ان کی بیان کردہ کوئی
روایت اور کہی گئی کوئی بات قابل اعتبار نہیں ہوگی۔ اس طرح نہ تو
ایک مستند ذخیرہ حدیث وجود میں آتا بلکہ شریعت مطہرہ بھی اپنے ماخذ
ثانی کے بغیر نامکمل رہتی۔ چنانچہ اس عمل کے ذریعے ثقہ و کذاب
راویوں کی نشان دہی کرتے ہوئے صحیح احادیث کو موضوع اور ضعیف
سے ممیز کیا جاتا ہے۔

عجاج الخطیب اس علم کی اہمیت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ومن اهم علوم الحديث، وأعظمها شأنًا

پہلی صدی ہجری:

اس عہد میں خلفائے راشدین اور اکثر صحابہ میں حدیث قبول کرنے میں احتیاط کی روش عام تھی۔ ان میں سے چند اہم صحابہ عبادہ بن صامت الخزرجی الانصاری رضی اللہ عنہ (۳۴ھ)، عبد اللہ بن السلام الاسرائیلی رضی اللہ عنہ (۴۳ھ)، زید بن ثابت رضی اللہ عنہ (۴۸ھ)، عمران بن حصین رضی اللہ عنہ (۵۲ھ)، ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ (۵۹ھ)، عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ (۶۵ھ)، عبد اللہ بن عباس القرشی الهاشمی رضی اللہ عنہ (۶۸ھ)، عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ (۷۳ھ)، ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ (۷۴ھ) اور انس بن مالک الانصاری رضی اللہ عنہ (۹۰ھ) جبکہ تابعین میں سے سعید بن المسیب رضی اللہ عنہ (۹۴ھ) اور سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ (۹۵ھ) کا نام اہم ہے۔ ان تمام حضرات نے اپنے طور پر رجال کی توثیق اور عدم توثیق کی لیکن اس کی شکل بالکل ابتدائی نوعیت کی تھی۔



باب بیان ان الاسناد من الدین وان الروایة لا یكون الا عن الثقات وان جرح الرواة بما هو فیہم جائز بل واجب وانه لیس من الغیبة المحرمة بل من الذب عن الشریعة المکرمة۔

(صحیح مسلم بشرح نووی: ۸۴/۱)

”یعنی اسناد دین میں سے ہیں اور روایت صرف ثقات سے لینے کا حق ہے اور راویوں پر جرح جائز ہی نہیں بلکہ واجب ہے اور یہ (جرح) غیبت نہیں بلکہ شریعت مطہرہ کو محفوظ رکھنے کا طریقہ ہے۔“

آغاز و ارتقاء:

جرح و تعدیل کی غیر مدون شکل آغاز اسلام میں ہی موجود تھی کیونکہ مسلمانوں میں چھان بھنک، محتاط روش اور تحقیقی انداز فکر کی تشکیل براہ راست قرآن اور تربیت رسول ﷺ کے مرہون منت ہے۔

گرمیوں کی چھٹیوں میں تعلیم یافتہ نوجوانوں کے لیے جامع تصوروں اور فکری، عملی اور روحانی تربیت کا نادر موقع

21 روزہ فہم دین اقامتی کورس

2 جولائی 2011ء تا 22 جولائی 2011ء

عقیدہ توحید، عبادات، اخلاقیات، معاملات، اتباع سنت، دعوت و تبلیغ،

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر پر ماہر علماء، اساتذہ اور پروفیسر صاحبان کے لیکچرز کے علاوہ

منتخب قرآنی آیات اور احادیث کے دروس

منتخب آیات، منتخب احادیث اور مسنون دعاؤں کا حفظ

تعلیم اور رہائش مفت

زرتعاون برائے طعام و کتب 4000 روپے، زرتعاون کے ساتھ جلد از جلد اپنا نام رجسٹر کرائیں

التوحید اکیڈمی۔ جامع مسجد التوحید

اسٹریٹ نمبر 62، جی ٹین فور، اسلام آباد

0322-506-95 19, 0334-508-90 20, 0300-55-60-900

خلیل الرحمن چشتی



تبصرہ کتب

تبصرے کے لیے کتاب کے دستخون کا آنا ضروری ہے

خطبات و مقالات

مصنف: پروفیسر سید ابوبکر غزنوی رحمہ اللہ

ضخامت: ۳۶۶ صفحات

قیمت: ۲۰۰ روپے

ناشر: طارق اکیڈمی سلی چوک بالمقابل الفتح گراؤنڈ فیصل آباد

تحریر: احمد شاہ

سید ابوبکر غزنوی رحمہ اللہ سے ہماری نئی پودخصوفاً غزنوی خاندان کی خوشہ چین جماعت اہل حدیث کی نئی نسل، جو تنظیموں اور جماعتوں میں پل، بڑھ اور پروان چڑھ رہی ہے، مرحوم سید ابوبکر کے علمی مقام، شخصی وجاہت اور خاندانی تمکنت و وقار سے شاید زیادہ آشنا نہیں ہے۔ علمی لحاظ سے وہ عربی زبان و ادب کے فاضل، ایک ممتاز استاذ اور اس زبان کے غواص تھے۔ درس نظامی کے مروجہ علوم حاصل کرنے کے لیے انہوں نے وقت کے جید اساتذہ کے حضور زانوئے تلمذ تہہ کیے تھے۔

اور ان سے باقاعدہ درس لیتے رہے تھے۔ اس کے علاوہ وہ فارسی پر عبور رکھتے اور انگریزی کے بلند پایہ عالم تھے۔ اردو ان کی گھر پلو اور پنجابی ان کی معاشرتی زبان تھی۔ سید مرحوم بلا کے ذہن، غیر معمولی حافظے کے مالک تھے اور استحضار کی نادر صلاحیت ان پر اللہ تعالیٰ کی خاص عنایت تھی۔ خطیبانہ آہنگ اور اظہار میں مجذوبانہ ترنگ رکھتے تھے۔ ان کے اشہب خیال نے جب اپنے اصل..... اصلاح قلب بذریعہ ذکر الہی..... کی طرف کروٹ لی تو پھر ان کے انداز گفتگو میں حلاوت، طرز تخاطب میں شفقت اور اظہار میں نفاست غالب آگئی تھی۔

راقم بچپن میں ان کی شفقتوں سے بہرہ ور ہوا، نو جوانی میں ان کے زیارت سے شرف یاب ہوتا رہا اور جوانی میں ان کے خطبات عالیہ سنتا رہا۔ سنتا اس لیے کہ ان کا انداز خطابت اس قدر عالمانہ، فاضلانہ، دلائل دینیہ اور اشعار سے بھرپور اپنے موضوع پر محیط اور منفرد ہوتا کہ مجھے اس سے مستفید ہونے کا اظہار اچھا نہیں لگتا کہ ان کے علمی افتق اور عمق تک میری رسائی نہیں تھی۔ موصوف کا خطاب عموماً ۴۰..... ۵۰ منٹ تک ہوتا تھا لیکن حاضرین و سامعین کا ان کی طرف سے توجہ ہٹانا ممکن نہ تھا۔

ان کی تقریر میں خطیبانہ شعلہ نوائی کی بجائے مصلحانہ دل ربائی ہوتی

اہل پنجاب کے لیے رشد و ہدایت کا سبب دو خاندان بنے تھے، ایک لکھوی خاندان اور دوسرا غزنوی خاندان۔ لکھوی خاندان کی وعظ و تذکیر اور..... پنجابی میں..... تصنیف و تالیف سے اہل پنجاب بدعات و رسومات کی دلدل سے نکلے اور غزنوی خاندان کی تعلیم و تعلم اور باترجمہ قرآن و احادیث کی نشر و اشاعت سے دین خالص کے خواہش مندوں کو علمی غذا میسر آئی، نیز دونوں خاندانوں کی وعظ و تذکیر سے عامۃ المسلمین کے دل میں تصور آخرت، موت کا خوف، جنت کی طلب اور روز قیامت کے سوال و جواب کی فکر مندی پیدا ہوئی، اس کے علاوہ ان عالی مقام دونوں خاندانوں نے مسلمانوں کے دلوں میں ذکر الہی کی جوت جگائی جس سے اہل پنجاب نے دین خالص اور مسلک حقہ کو نہ صرف قبول کیا بلکہ اس سے فیض یاب ہونے والا ہر مسلمان حسب استطاعت اس نور ہدایت کو عام کرنے میں کوشاں بھی رہا۔

جزاہم اللہ تعالیٰ عنا وعن جمیع المسلمین خیر الجزاء۔

زیر تبصرہ کتاب اسی شمع علم صافی اور نور ہدایت کی کرنیں ہیں جو غزنوی خاندان کے گل سرسبد سید ابوبکر غزنوی رحمہ اللہ کے ان مقالات علمیہ و خطبات دینیہ کا مجموعہ ہے جو انہوں نے گاہے گاہے مختلف مقامات پر ارشاد فرمائے۔

ہمیشہ خیال رکھتے ہیں، اس کتاب کی ترتیب میں بھی انہوں نے غایت درجہ عقیدت سے دل چسپی لی ہے۔

کتاب کے شروع میں مرحوم سید کے صاحبزادہ گرامی قدر نے مختصر دیباچہ بھی لکھا ہے۔ ہم توقع رکھتے ہیں کہ آئندہ اشاعت میں وہ اس میں اپنے خاندانِ عالی مقام کی خدمات کا تفصیلی ذکر فرما کر اس اہمال کو تفصیل دیدیں گے۔

ناشر نے ان کا نام ”خطبات و مقالات“ ہی نمایاں کیا ہے جب کہ اس کو ”مقالات سید ابوبکر غزنوی رحمہ اللہ“ کا واضح نام دیا جانا چاہیے تھا۔ صاحب ذوق ناشر سے ہم یہ درخواست بھی کریں گے کہ آئندہ اشاعت میں سید ابوبکر غزنوی رحمہ اللہ کے تفصیلی حالات بھی شائع کر دیں تاکہ آپ کے اظہار عقیدت اور ذوق لطافت سے ان کا تفصیلی ذکر خیر تاریخ میں محفوظ ہو جائے۔

آخر میں ہم میاں طاہر صاحب کو اس کتاب لطیف کی اشاعت پر مبارک باد پیش کرتے ہیں اور میڈیا سے مرعوب و مسحور نئی نسل کو اس کتاب کے مطالعے کا مشورہ دیتے ہیں کہ کبھی کبھی پڑھ لینے میں کچھ حرج نہیں بلکہ ان شاء اللہ فائدہ ہی ہوگا۔

تھی۔ حکیم محمد سعید رحمہ اللہ (ہمدرد والے) نے ان دنوں شام ہمدرد کے نام سے اہل علم و اصحاب فکر کا ایک اجتماع شام ہمدرد کے نام سے شروع کیا تھا۔ زیر تبصرہ مقالات و خطبات میں..... غالباً..... اکثر وہی مقالات ہیں جو مرحوم شام ہمدرد میں ارشاد فرماتے رہے جو ان کے نیاز مند اور متوسلین جمع کرتے رہے اور بعد میں وہ الگ الگ طبع بھی ہوتے رہے۔ یہ خطبات و مقالات ان عناوین کا احاطہ کیے ہوئے ہیں۔

① توحید کے تقاضے ② حقیقتِ ذکر الہی ③ مقامِ عبدیت ④ محمدی انقلاب ⑤ اسلام اور آدابِ معاشرت ⑥ ادب پہلا قرینہ ہے محبت کے قرینوں میں ⑦ عصر حاضر میں استاد اور شاگرد کا رشتہ ⑧ اسلامی ریاست کے چند ناگزیر تقاضے ⑨ اسلام کا قانونِ جزا و سزا ⑩ اسلام میں گردشِ دولت ⑪ برکاتِ لیلۃ القدر ⑫ جماعتِ اہل حدیث سے خطاب ⑬ کتابتِ حدیث عہدِ نبوی میں ⑭ خطباتِ جہاد ⑮ واقعہ کربلا۔

دینی کتب کی اشاعت میں معیار کے لحاظ سے طارق اکیڈمی..... فیصل آباد..... ایک معروف نام ہے جس کے سرپرست میاں طاہر صاحب جو سود و زیاں سے بے نیاز ہو کر کتاب کے حسن و جمال کا

ہفت روزہ ”الاعتصام“ لاہور

نرخ نامہ اشتہارات فی اشاعت

- ④..... نصف صفحہ نیوز 750 روپے
- ⑤..... چوتھائی صفحہ نیوز 400 روپے
- ⑥..... عام چھوٹے اشتہارات 300 روپے

- ①..... آخری صفحہ ناسٹل 2400 روپے
- ②..... اندرون صفحہ ناسٹل 1800 روپے
- ③..... فل صفحہ نیوز 1400 روپے

..... ”الاعتصام“ میں اشتہار لگوائیں اور اپنی تجارت کو فروغ دیں۔ اشتہار خوش خط، مختصر اور معاوضہ ہمراہ ارسال کریں۔
..... مسلسل اشاعت (کم از کم 6 ماہ) 20 فی صد خصوصی رعایت۔ ”الاعتصام“ سے تعاون آپ کا اخلاقی فریضہ ہے۔

رابطہ کے لیے: دفتر ہفت روزہ الاعتصام شیش محل روڈ، لاہور، فون: 042-37354406

طبع اول (۱۹۵۶ء)
طبع دوم (۲۰۱۰ء)

حجیت حدیث نمبر ہفت روزہ الاعتصام

ہفت روزہ الاعتصام کے حجیت حدیث نمبر کا دوسرا ایڈیشن شائع ہو گیا ہے۔ یہ نمبر موضوع اور مضامین کے تنوع کے اعتبار سے اس لائق ہے کہ اسے ہر حلقہ میں پہنچایا جائے۔ فاضل مضمون نگاروں نے نہایت محنت اور تحقیق سے اس کے مضامین تحریر فرمائے ہیں۔

اپنی گونا گوں خصوصیات کے لحاظ سے اور انکار حدیث کی رہ رہ کر اٹھتی لہروں سے نپٹنے کے لیے یہ علمی دستاویز اس قابل ہے کہ جماعت کے ذمہ دار حضرات، مساجد کے خطباء کرام، پڑھے لکھے تاجر و صنعتکار احباب سکولوں، کالجوں، سرکاری لائبریریوں، اساتذہ، پروفیسروں اور اصحاب علم و تحقیق تک اس کو پہنچائیں خصوصاً مدارس دینیہ کے منتہی طلباء کو یہ تحفہ پیش کریں تاکہ طلباء اس سے مستفید ہو کر فتنہ انکار حدیث کے ہر پہلو سے آشنا ہو کر خدام حدیث کی سنہری لڑی میں شامل ہو جائیں۔

حالیہ اشاعت الاعتصام کے موجودہ ساز پر طبع کی گئی ہے جو تین صد سے زائد صفحات پر مشتمل اور چہار رنگہ ٹائٹل سے مزین ہے۔ ہم نے اس میں اشتہارات دے کر قارئین کے علمی ذوق کو مجروح نہیں کیا۔

اس نمبر میں ہر فاضل مضمون نگار کا مختصر تعارف مضمون کے شروع میں دینے کی جدت بھی مولانا محمد اسحاق رحمہ اللہ نے ایجاد کی تھی جن کو اب موجودہ حالات کے مطابق مکمل کر دیا گیا ہے۔

دلچسپ جدت

- اس نمبر میں ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ ہر فاضل مضمون نگار صاحب کا مختصر تعارف بھی ان کے مضمون کے ابتدائی صفحہ پر کر دیا گیا ہے۔
- مولانا سید محمد داؤد غزنوی
 - مولانا محی الدین احمد قصوری
 - مولانا محمد اسماعیل صاحب
 - مولانا محمد حنیف ندوی
 - مولانا محمد ادریس کاندھلوی شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ لاہور
 - علامہ محمد اسد (جرمن)
 - ڈاکٹر محمد عبداللہ ایم اے، پی ایچ ڈی پیرس یونیورسٹی فرانس
 - مولانا محمد علی قصوری ایم اے (کینڈب)
 - مولانا محمد عطاء اللہ حنیف
 - مولانا قاضی عبدالرحیم
 - مولانا ابوالقاسم دلاوری
 - پروفیسر عبدالقیوم ایم اے
 - ملک ابو الغفور عنایت اللہ سوہدروی
 - مولانا سید رئیس احمد جعفری ندوی
 - مولانا عبد الجلیل سامرووی (بمبئی)
 - مولانا حافظ محمد اسحاق
 - پروفیسر یوسف سلیم چشتی ایم اے
 - مولانا ہدایت اللہ ندوی تدوین حدیث
- جماعت اہل حدیث کا عقیدہ و نصب العین
- انکار حدیث یا انکار رسالت
- عجمی سازش کا فسانہ
- حجیت حدیث پر ایک یقین افروز دلیل
- منکرین حدیث کے دلائل حقائق کی روشنی میں
- روح سنت
- حدیث نبوی کی تدوین و حفاظت پہلی صدی ہجری کے نصف اول میں
- فتنہ انکار حدیث کا عقلی اور تاریخی تجزیہ
- مسند امام اعظم امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ
- کیا رسول ﷺ کی اطاعت وقتی ہے؟
- حدیث نبوی کی محبت اور اس کی اہمیت
- تدوین حدیث کے چند اہم دور
- منکرین حدیث کے پیشرو..... معتزلہ
- ”مزان شناس قرآن“ کا ”نظام ربوبیت“
- حدیث اور محدثین کے فضائل
- سنت رسول اللہ کے پاسبان
- ہندوستان میں انکار حدیث کی تاریخ

قیمت 360 روپے

کمپیوٹر کمپوزنگ ○ عمدہ سفید کاغذ ○ چہار رنگہ ٹائٹل سے مزین جلد

21 رجب المرجب 1432ھ (895) 24 تا 30 جون 2011ء